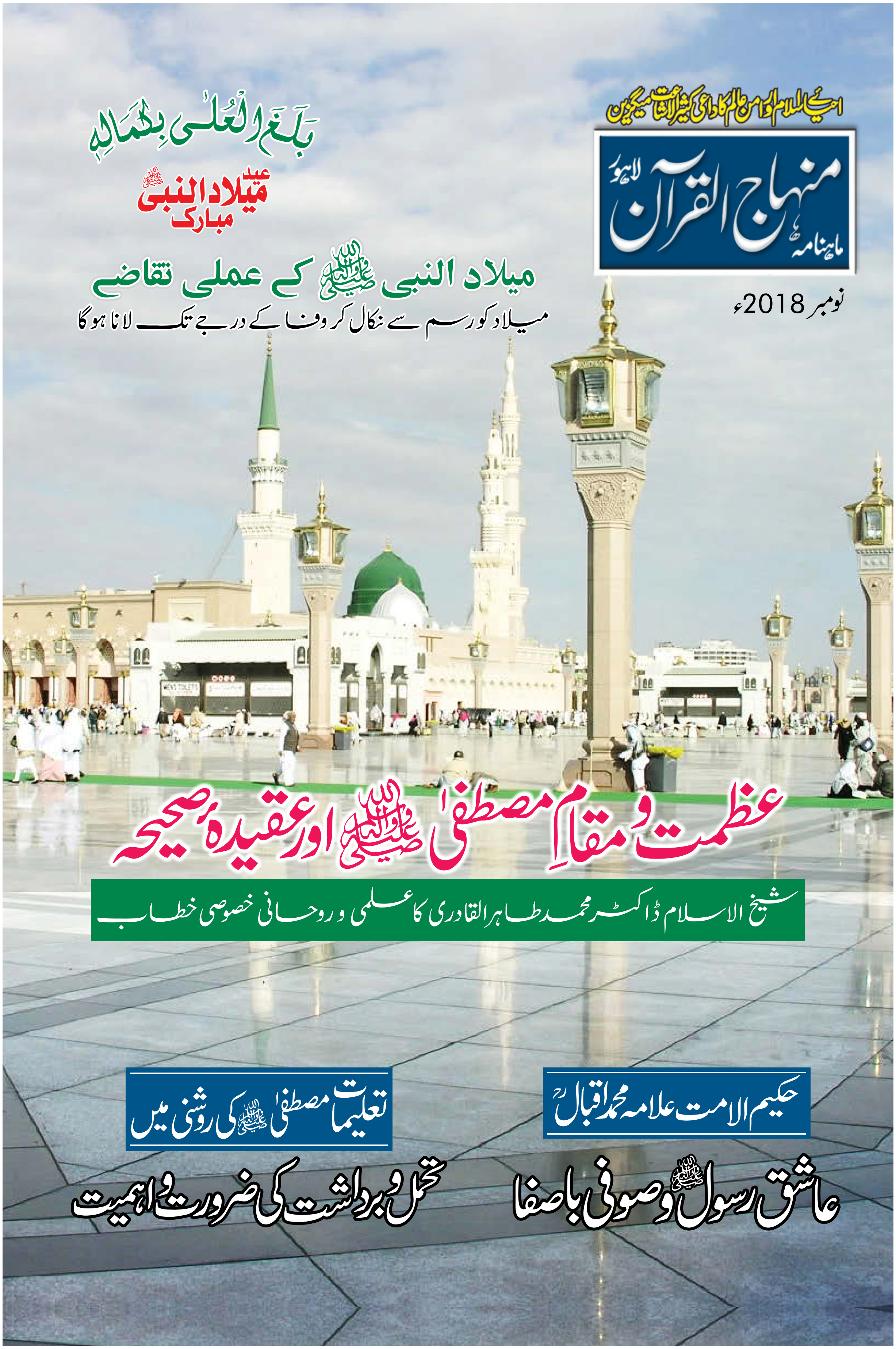

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

نومبر 2018ء

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

عید میلاد النبی ﷺ مبارک

میلاد النبی ﷺ کے عملی تقاضے

میلاد کو رسم سے نکال کر وفا کے درجے تک لانا ہوگا

عظمت و مقامِ مصطفی ﷺ اور عقیدۂ صحیحہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و روحانی خصوصی خطاب

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ

عاشق رسول ﷺ و صوفی باصفا

تعلیماتِ مصطفی ﷺ کی روشنی میں

تحمل و برداشت کی ضرورت و اہمیت

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی Annual Assembly 2018.....

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیر نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد شمارہ | ۱۴۴۰ھ صفر - ربیع الاول | نومبر 2018ء

حسن ترتیب

(اداریہ) سانحہ ماڈل ٹاؤن: شیخ الاسلام کے سپریم کورٹ میں دلائل	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور عقیدۂ صحیحہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: عید میلاد النبی ﷺ منانے کا شرعی طریقہ	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	13
ماہِ میلاد النبی ﷺ کے عملی تقاضے	عین الحق بغدادی	18
تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں تحمل و برداشت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	22
علامہ محمد اقبالؒ ۔۔ عاشقِ رسول ﷺ اور صوفی باصفا	پروفیسر غلام سرور رانا	26
بچوں کی تعمیرِ شخصیت اور تعلیم و تربیت	مسز فریدہ سجاد	31
MES سالانہ اجلاس 2018ء	رپورٹ: راشد کلیامی	36
خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم نومبر 2018ء		38

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی

محمد رفیق نجم، محمد ندیم چودھری

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم　گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری　عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے

سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

رُوبرو ہے حرم تیری توفیق سے
در پہ حاضر ہیں ہم تیری توفیق سے

لائق بارگاہِ کرم ہم نہ تھے
ہوگیا ہے کرم تیری توفیق سے

دُھل گئے سب گناہوں کے دفتر یہاں
ہوگئی آنکھ نم تیری توفیق سے

ملتزم سے لپٹنے کی تھی آرزو
رہ گیا ہے بھرم تیری توفیق سے

تیرے دامانِ رحمت سے لپٹے ہیں ہم
تیرے فضل و کرم تیری توفیق سے

عشق ہے سرزمینِ عرب سے ہمیں
گو ہیں اہلِ عجم تیری توفیق سے

قیدِ خواہش سے تو نے کیا ہے رہا
ٹوٹے دل کے صنم تیری توفیق سے

بوسۂ سنگِ اسود کی تاثیر نے
سب بھلائے ہیں غم تیری توفیق سے

میں نے قربان خود کو منیٰ میں کیا
مٹ گئے سب الم تیری توفیق سے

تو نے بخشا ہے شہزاؔد کو یہ ہنر
چل رہا ہے قلم تیری توفیق سے

(شہزاد مجددی)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسولؐ
اوصاف جن کے حاصلِ تحریرِ آسماں

اعمال جن کے رشکِ گلستانِ آرزو
کردار جن کا باعثِ تقلیدِ ہر بشر

ہر لمحہ معجزاتِ خدا کا امین ہے
اُنؐ کی دعا پہ ابرِ کرم جھوم کر اٹھا

بنجر زمین، پیاس کی ماری ہوئی زمیں
میرے نبیؐ کے حرفِ دعا کی تھی منتظر

مَیں حرفِ التجا ہوں خداوندِ دو جہاں!
صدقے میں اُن کے میری دعائیں قبول ہوں

خود ساختہ خداؤں کی جھوٹی خدائی پر
کاری لگا کے ضربیں، نافذ کریں گے عدل

روزِ ازل سے قریۂ شب میں ہے روشنی
کرنوں کے پھول شاخِ دعا پر کھلے ہزار

اُن کا وجودِ پاک جوازِ حیات ہے
اُنؐ کا خیال گرمیِ بازارِ آرزو

میرے حضورؐ پیکرِ عشقِ خدا بھی ہیں
آقاؐ ازل سے رونقِ ارض و سما بھی ہیں

ہر حسن میں ریاضؔ شمائل اُنہیؐ کے ہیں
ہر حرفِ معتبر میں فضائل اُنہیؐ کے ہیں

(ریاض حسین چودھریؔ)

اداریہ

شہدائے ماڈل ٹاؤن کا انصاف: شیخ الاسلام کے سپریم کورٹ میں دلائل

قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری 6اکتوبر 2018 ء کے دن شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو انصاف دلوانے اور انصاف کے راستے میں حائل رکاوٹوں کی نشاندہی کے لیے لاہور رجسٹری میں چیف جسٹس سپریم کورٹ میاں ثاقب نثار کی عدالت میں گئے، انہوں نے روسٹرم پر آکر ٹرائل کورٹ میں درپیش مسائل اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنوتحقیقات کی اپیل کی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خود سپریم کورٹ کے سامنے پیش ہونا اس بات کا ببانگ دہل اعلان ہے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلوانا ان کی اولین ترجیح اور اس کے لیے وہ ہر اقدام اٹھانے کے لیے ہمہ وقت تیار اور پرعزم ہیں اورحصول انصاف کی اس جدوجہد میں وقت اور مال کی قربانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں آئین اور قانون پڑھاتے ہوئے بسر ہوا، انہوں نے پروفیسر آف لاء کی حیثیت سے سینکڑوں، ہزاروں طلبہ کو قانون پڑھایا، ان کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد نے ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی سطح پر بطور جج خدمات انجام دیں اور ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد نے بطور وکیل قانون کے شعبہ میں نام پیدا کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سپریم کورٹ رجسٹری میں چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کے روبرو شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا مقدمہ رکھتے ہوئے کہا کہ آپ نے کمال مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کی تاخیر کا نوٹس لیا اور حکم دیا کہ کیس روزانہ کی بنیاد پر سماعت کیا جائے، آپ کا یہ حکم انصاف کی برق رفتار فراہمی کے لیے تھا، تاہم روزانہ سماعت کی وجہ سے ہماری لیگل ٹیم نے کیس کی پیروی کرنے سے معذرت کر لی۔ لیگل ٹیم کا موقف تھا کہ ہمارے پاس دیگر عدالتوں کے اہم کیسز ہیں جن میں مرڈر ریفرنسز بھی ہیں، ہم ان تمام اہم کیسز کی پیروی چھوڑ کر صرف ایک کیس میں بلا ناغہ حاضر نہیں ہو سکتے، اس سے ہماری وکالت مالی اعتبار سے بری طرح متاثر ہورہی ہے اور انہوں نے بھری عدالت میں کیس کی پیروی جاری رکھنے سے معذرت کی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ اس لیگل ٹیم کی معذرت کے بعد کوئی بڑا وکیل صرف ایک کیس میں ہر روز حاضر ہونے کی حامی بھرنے کو تیار نہیں ہے جس کی وجہ سے ٹرائل کورٹ میں ہمارا کیس خراب ہورہا ہے اور ہمیں مشکلات کا سامنا ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کچھ سینئر وکلاء نے صرف اس شرط پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس لینے کی حامی بھری ہے کہ اگر کیس کی سماعت ہفتہ میں دو بار ہو تو وہ اس کے لیے تیار ہیں۔ وکلاء کا یہ بھی موقف تھا کہ یہ کیس بہت بڑا ہے، اس میں ملزمان اور گواہان کی فہرست سینکڑوں میں ہے، گواہان کی تیاری اور کیس کی موثر پیروی کے لیے اسے ہفتہ میں دو بار سنا جائے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے انتہائی موثر دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے چیف جسٹس سپریم کورٹ نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی ہفتہ میں دو بار سماعت کا حکم دے دیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کے حوالے سے دوسرا نکتہ نظر سانحہ کی ازسرنوتحقیقات کروانے سے متعلق تھا۔ انہوں نے اپنے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد بھی پولیس نے کارکنوں پر قیامت برپا کیے رکھی، گھروں پر چھاپوں کا سلسلہ جاری رکھا، پولیس چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے رات کو گھروں میں گھس جاتی تھی اور کارکنوں کو اٹھا لیا جاتا تھا، انہیں حبسِ بے جا میں رکھا جاتا تھا، اس سارے

کریک ڈاؤن کا مقصد کارکنوں کو کسی بھی جے آئی ٹی اور قانونی فورم میں وقت کے حکمرانوں کے خلاف بیان دینے سے روکنا تھا کیونکہ اس عرصہ میں اس وقت کی پنجاب حکومت نے جے آئی ٹی تشکیل دی تھی اور وہ اس تحقیقات میں مرضی کے بیانات اور فائنڈنگ چاہتی تھی۔ جس عرصہ میں جے آئی ٹی کام کررہی تھی اس دوران کم وبیش چار ہزار کے قریب ہمارے کارکنوں کو گرفتار کیا گیا اور انہیں مختلف تھانوں میں بغیر کسی مقدمہ اور ایف آئی آر کے حبس بے جا میں رکھا گیا، ہمارا کوئی زخمی جے آئی ٹی میں اپنا بیان ریکارڈ نہ کروا سکا اور آج کے دن تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مضروبین کا بیان سرکاری ریکارڈ پر نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ پنجاب پولیس سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث تھی اور انہی کے نمائندوں پر مشتمل جے آئی ٹی بنائی گئی، اس جے آئی ٹی میں دو نمائندے ایجنسیز سے تھے، ایک کا تعلق آئی ایس آئی اور ایک کا تعلق ایم آئی سے تھا، دونوں نمائندوں نے اختلافی نوٹ دیا اور پولیس کی معیت میں درج ہونے والی ایف آئی آر نمبر 510 کو ناقص قرار دیتے ہوئے اسے ختم کرنے کا نوٹ دیا مگر اس وقت کی پنجاب حکومت نے بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اختلافی نوٹ جے آئی ٹی کی رپورٹ سے الگ کر دیا اور جو جے آئی ٹی کی رپورٹ انسداد دہشتگردی عدالت لاہور میں جمع کروائی گئی اس پر کسی قسم کے کوئی دستخط نہیں تھے۔ انہوں نے چیف جسٹس سے گزارش کی کہ آپ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنو تحقیقات کا حکم دیں۔

چیف جسٹس نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے پرتاثیر اور ٹو دی پوائنٹ دلائل سننے کے بعد پنجاب حکومت کو آئندہ سماعت پر اپنا نقطہ نظر دینے کے لیے نوٹس جاری کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا کہ نئی جے آئی ٹی کی تشکیل کے حوالے سے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور پراسیکیوٹر جنرل پنجاب پیش ہو اور اس ضمن میں قانونی نقطہ نظر بیان کریں۔

غالب امید ہے کہ اداریہ کی ان سطور کی اشاعت تک سپریم کورٹ کے سامنے پنجاب حکومت کا نئی جے آئی ٹی کی تشکیل کے حوالے سے موقف آچکا ہوگا۔ امید ہے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کی طرف سے نئی جے آئی ٹی کی تشکیل کی اپیل منظور ہوگی اور سانحہ کی غیر جانبدار ازسرنو تحقیقات کا قانونی تقاضا پورا ہوگا۔ لاہور ہائیکورٹ میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی طرف سے شریف برادران اور ان کے حواریوں کی طلبی کے لیے اپیل کی گئی تھی جسے مسترد کر دیا گیا۔ اپیل میں دو ججز نے طلب نہ کرنے کے حق میں فیصلہ دیا جبکہ بنچ کے سربراہ نے ورثاء کے حق میں بڑے ٹھوس قانونی نکات بیان کیے۔ لاہور ہائیکورٹ کے بنچ کے سربراہ کا یہ موقف تھا کہ جے آئی ٹی نے بعض اہم واقعات اور حقائق کو بوجوہ نظر انداز کیا۔ 14 جون 2014 ء کے دن خرم نواز گنڈاپور، فیاض وڑائچ اور سید الطاف حسین شاہ کو شریف برادران نے ماڈل ٹاؤن ایچ بلاک بلا کر دھمکیاں دیں کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کی وطن واپسی کو روکیں، ان دھمکیوں کو طلبی کے مرحلہ پر نظر انداز کیا گیا۔ 15 جون 2014 ء کو آئی جی پنجاب مشتاق سکھیرا کو بلوچستان سے لاہور ٹرانسفر کرنے کا حکم جاری ہوا جس کی کوئی ٹھوس وجہ بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح ڈی سی او لاہور کو بھی ایک دن پہلے ٹرانسفر کیا گیا، یہ ٹرانسفرز غیر معمولی نوعیت کی ہیں جن کی تحقیقات نہیں کی گئیں کہ آخر وہ کون سے ایسے حالات تھے کہ یہ غیر معمولی تقرر و تبادلہ عمل میں آیا۔ اسی طرح 16 جون 2014 ء کے دن اس وقت کے صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ کی سربراہی میں 90 شاہراہ پر میٹنگ ہوئی، اس میٹنگ کے منٹس نہیں منگوائے گئے، اس میٹنگ کا 17 جون 2014 ء کے آپریشن سے بہت گہرا تعلق ہے۔ بہرحال شریف برادران اور حواریوں کی طلبی کے لیے لاہور ہائیکورٹ سے مسترد ہونے والی درخواست کو سپریم کورٹ میں دائر کرنے کا حتمی فیصلہ ہو چکا اور اس ضمن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سینئر ترین وکلاء سے مل کر اپیل کا ڈرافٹ تیار کرلیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان سطور کی اشاعت تک یہ اپیل سپریم کورٹ میں دائر ہو چکی ہوگی۔

(نوراللہ صدیقی)

عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور عقیدۂ صحیحہ

قبر میں بھی مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں پوچھا جائے گا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و روحانی خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین محمد یوسف منہاجین۔۔۔معاون: محبوب حسین، محمد خلیق عامر

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ. (آل عمران، ۳:۱۸۷)

”اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کرو گے اور (جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے) اسے نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا“۔

ایمان اور عقیدہ کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ اپنے فکر نظریہ اور عقل کو خیر باد کہتے ہوئے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے جبی، عشقی اور قلبی تعلق استوار کیا جائے اور علم و معرفت کے سارے پیمانے حضور نبی اکرم ﷺ کے قدموں پر نچھاور کردیے جائیں۔

آقا علیہ السلام کے حوالے سے عقیدہ کیسا ہونا چاہئے؟ اس امر کی وضاحت لفظ ”عقیدہ“ سے ہی ہوجاتی ہے۔ عقیدہ ”عقد“ سے ہے اور عقد، قلادہ (پٹے) کو کہتے ہیں۔ اگر کسی جانور کے گلے میں پٹہ ہو تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جس نے اس کے گلے میں پٹہ ڈالا ہے اور اگر جانور بغیر پٹے کے گھوم پھر رہا ہو تو کہتے ہیں اس کا کوئی والی، وارث اور مالک نہیں ہے۔ جب کسی کی غلامی و نوکری کا پٹہ گلے میں ڈال لیا جائے تو پھر نہ صرف اس غلام کی پہچان اس کا مالک بن جاتا ہے بلکہ اس محبوب پر سب کچھ نچھاور کردیا جاتا ہے۔ عقیدہ صحیحہ کے لئے ایسا قلبی تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ اور حرمت و تعظیم مصطفیٰ ﷺ پر قربان کردیا جائے۔ جس کے گلے میں حضور ﷺ کی غلامی کا پٹہ ہو تو اس کے اعمال اور سیرت و کردار سے پتہ چلے کہ یہ سگِ درِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ایسا عقیدہ اگر تشکیل پاجائے تو پھر اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

عقائد کا نقطۂ ارتکاز

یہ بات بڑی قابل توجہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ تعلیماتِ اسلام میں سے کون سی تعلیم، نظریہ اور عقیدہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔۔۔؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ عقیدہ توحید پر عقدِ قلبی ہو۔۔۔ کوئی کہہ سکتا ہے عقیدہ ایمان بالآخرت پر عقدِ قلبی ہو۔۔۔ اسی طرح کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسالتِ عمومی کے عقیدے پر عقدِ قلبی ہو، یہ تمام عقائد اپنی اپنی حیثیت میں مسلّمہ ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عقائد میں سے کون سا عقیدہ نقطۂ ارتکاز کی حیثیت رکھتا ہے اور اہل ایمان کے لئے مابہ الامتیاز عقیدہ ہے۔

یاد رکھیں! وہ عقیدہ جو باقی مذاہب اور اسلام میں مشترک ہو، وہ عقیدہ نقطۂ ارتکاز نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اس سے مسلم و غیر مسلم کا فرق معلوم نہیں ہوسکتا۔ مثلاً: توحید کو مابہ الامتیاز عقیدہ سمجھنا درست نہیں، اس لیے کہ یہود و نصاریٰ کا بھی توحید پر عقیدہ ہے۔ آخرت کو بھی نقطہ ارتکاز اور امتیازی نقطہ ماننا درست نہیں کیونکہ آخرت پر تو یہود و نصاریٰ کا بھی عقیدہ ہے۔ رسالتِ

☆ (خطاب نمبر: EK-73) (مقام: برمنگھم، برطانیہ) (تاریخ: 01-09-2013)

عمومی (یعنی اللہ تعالیٰ، انبیاء و رسل کو مبعوث کرتا ہے) کو امتیازی عقیدہ کہنا بھی درست نہیں کیونکہ توریت و انجیل Old and New Testament میں بھی رسالتِ عمومی کا عقیدہ موجود ہے اور وہ بھی رسول اور نبی کو مانتے ہیں۔

اس صورتِ حال میں کہ جب توحید، رسالتِ عمومی اور ایمان بالآخرت کا عقیدہ ہر مذہب میں موجود ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہودی، نصرانی اور مسلمان کے مابین عقیدہ کے لحاظ سے پہچان کرنی ہو کہ مابہ الامتیاز عنصر کیا ہے جس سے مسلمان نکھر کے سامنے آجائے اور اس انفرادی نقطہ پر اس کے ساتھ کوئی اور مشترک نظر نہ آئے؟

ذہن نشین کرلیں کہ وہ مابہ الامتیاز نقطہ اور عقیدہ صرف شان وعظمتِ مصطفیٰ ﷺ ہے جو سب مذاہب سے اسلام کو ممتاز کردیتا ہے۔ اگر ہم نے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا نقطہ تلاش کرنا ہے تو عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ ہی وہ عقیدہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کو اکٹھا ہونا ہوگا۔ اس لیے کہ عقیدہ توحید و آخرت اور عقیدہ رسالت عمومی کا تصور مسلمانوں کو منفرد و ممتاز نہیں کرتا بلکہ فقط عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ کا عقیدہ ہی وہ نقطۂ امتیاز ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب سے منفرد و ممتاز کرتا ہے۔

یہود و نصاریٰ اس نقطہ امتیاز کو نہیں مانتے تھے، وہ باقی سب عقائد رکھتے تھے مگر عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ سے شناسائی نہ ہونے کے سبب وہ اسلام سے دور رہے۔

سورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران کا مطالعہ کریں تو یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ سب یہود و نصاریٰ ایک جیسے نہ تھے بلکہ ان میں ایماندار بھی تھے، راتوں کو اٹھ کر قیام کرنے والے بھی تھے، سجدہ ریز ہونے والے اور آیات کی تلاوت کرنے والے بھی تھے، حتی کہ ایسے بھی تھے کہ جب حق بات سنتے تو ان کی آنکھیں برسنے لگ جاتی تھیں، رونے والے بھی تھے اور تقویٰ اختیار کرنے والے بھی تھے، الغرض یہ سب اوصاف ان کے اندر موجود تھے لیکن جب تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت ہوئی تو درج بالا اوصاف کے حامل اہل کتاب کو کہا گیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ اس موقع پر واضح تقسیم ہوگئی۔ جو ایمان نہ لائے ان کے سجدے بھی گئے۔۔۔ ان کے قیام اللیل بھی گئے۔۔۔ ان کا خدا کے نام کو سن کر رونا بھی اکارت گیا۔۔۔ ان کی امانت و دیانت بھی گئی۔۔۔ تقویٰ وخوف خدا بھی گیا۔۔۔ عقیدۂ عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ اور غلامی مصطفیٰ ﷺ نہ ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کا سب کچھ رد کردیا۔

معلوم ہوا کہ اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان بھی ایمان اور عقیدے کا امتیاز، مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کے علاوہ کوئی اور شے نہیں۔

قرآن اور میثاق اہل کتاب

حضور نبی اکرم ﷺ کی غلامی کو اختیار کرنا اور عقیدہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا نہ صرف مسلمانوں پر واجب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کی ولادت سے پہلے بنی اسرائیل کو بھی ''غلامی مصطفیٰ'' کا عقیدہ دیا تھا۔ ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ. (آل عمران، ۳:۱۸۷)

''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کرو گے اور (جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے) اسے نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا''۔

کُل ائمہ نے بیان کیا کہ آیتِ مبارکہ میں مذکور لفظ ''لتبیننہ'' میں ''ہ''ضمیر کا مرجع حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مطہرہ ہے یعنی تم میرے مصطفیٰ ﷺ کی شان کو لوگوں میں علی الاعلان بیان کرنا اور ان کی عظمتوں کو لوگوں سے ہرگز نہ چھپانا۔ تمہاری کتب میں مذکور میرے محبوب کی شان کا تذکرہ جب آئے تو اس سے اعراض ہرگز نہ برتنا بلکہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے بیان کو بہرصورت بیان کرنا اور شان مصطفیٰ ﷺ کا اعلان کرتے رہنا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد امام سُدّی ''سدی الکبیر'' میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّ اللهَ أَخَذَ مِيْثَاقَ الْيَهُوْدَ لَيُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ مُحَمَّدًا.

''اللہ نے یہود سے شان مصطفیٰ ﷺ کو لوگوں میں بیان کرنے کا وعدہ لیا تھا''۔

یعنی ایمان تو لاؤ گے مگر خالی ایمان لا کر چھپا لو تو وعدہ خلافی ہوگی لہذا لَتُبَیِّنُنَّهُ، ہر جگہ پر تمہارا موضوع ہی شانِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہو۔ میری توحید تو ہر کوئی بیان کرے گا مگر اُس سے وعدہ پورا نہیں ہو گا بلکہ جب میرے محبوب ﷺ کی شان کے ڈنکے بجاؤ گے تب وعدہ ایفاء ہوگا۔

حضرت سعید ابن جبیرؓ سے مذکورہ آیت کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

لَتُبَیِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے کہ شانِ مصطفیٰ ﷺ کو کھول کر بیان کرنا اور اس بیان میں بخیلی و کنجوسی نہ کرنا۔

اس آیت مبارکہ کی یہی تفسیر امام قرطبی، بغوی، طبری، عکرمہؓ، سعید ابن جبیرؓ، السدی الکبیر، حضرت مجاہد تابعی، عبداللہ ابن عباسؓ اور ابن جریج نے بیان کی اور کہا:

اَلَّتِی أَحِطُّهَا إِلَیْکُمْ فِیْ شَانِ مُحمدٍ ﷺ.

میں نے شانِ مصطفیٰ ﷺ کے چرچے کرنے کا تم سے جو وعدہ لیا، اُس کو پورا کرنا۔

الغرض تمام کتبِ تفسیر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ عقیدۂ شانِ مصطفیٰ ﷺ چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ یہ عقیدہ کسی نے آج کے دور میں گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے سے وعدہ لے لیا تھا کہ تاجدار کائنات ﷺ پر ایمان بھی لانا اور اُن کی شان کے ڈنکے بھی بجانا۔ جو اُن کی شان کے ڈنکے نہیں بجائے گا وہ اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدہ کو ایفاء نہ کرے گا۔ معلوم ہوا عقیدہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ فقط اہل سنت کا نہیں بلکہ یہ عقیدہ جمیع انبیاء اور اُن کی امتوں کا بھی تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد سے قبل انبیاء کی امتوں کے مومن ہونے کی شرط یہ تھی کہ مصطفیٰ ﷺ کی شان کے ڈنکے بجاؤ، مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لاؤ، مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لو اور مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کی معرفت رکھو۔ آقا ﷺ کی آمد سے پہلے بھی معیارِ ایمان اور معیارِ عقیدہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور شانِ مصطفیٰ ﷺ تھا اور آج بھی یہی معیار ہے اور یہی عقیدہ قیامت تک ہے۔

لہذا عقیدہ اُسی کا صحیح ہے جسے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی صحیح معرفت ہے۔ اوّل سے آخر تک اور مرنے کے بعد قبر میں بھی جس کے پاس معرفتِ عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا عقیدہ ہوگا وہی مومن ہوگا۔ اگر اس میں کوئی کمی کجی رہی تو جس طرح پہلے لوگ دائرہ ایمان سے نکل گئے اسی طرح آج کے زمانے میں بھی لوگ دائرہ ایمان سے خارج متصور ہوں گے۔ مقامِ مصطفیٰ کی معرفت کے بغیر کوئی عقیدہ نہ دنیا میں کام آئے گا اور نہ قبر و آخرت میں کام آئے گا۔

قبر میں بھی مقامِ مصطفیٰ ﷺ پوچھا جائے گا

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ قبر میں تین سوال ہوں گے:

مَنْ رَّبُّکَ؟ مَا دِیْنُکَ؟ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِی هٰذا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟

’’تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا‘‘؟

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں ان تین سوالوں والی روایت نقل نہیں کی۔ صحیحین میں درج روایت کے مطابق قبر میں ایک ہی سوال ہوگا اور وہ یہ کہ

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّد.

(بخاری، الصحیح، ۱: ۴۶۲، الرقم: ۱۳۰۸)

’’جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹ جاتے ہیں تو وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتی ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس ہستی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا‘‘۔

اس موقع پر ضمناً اس امر کی بھی وضاحت کر دوں کہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قبروں میں اولیاء ہمارا سلام کس طرح سنتے ہیں؟ ہم نے یہ عقیدہ کہاں سے لیا ہے؟ جان لیں کہ مذکورہ حدیث مبارکہ سے اس سوال کا جواب بھی مل رہا ہے کہ

جب میت دفنا کر واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتی ہے تو ہمارا سلام سننے میں کیا امر مانع ہے۔

مذکورہ روایت میں کُنْتَ کا صیغہ استعمال ہوا ہے، یاد رکھیں! کَانَ، یَکُوْنُ جب مضارع پر آتا ہے تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے بارے میں اب کیا کہتا ہے، اس لیے کہ جب قبر میں پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور چہرہ مصطفیٰ ﷺ سامنے ہوگا تو ہر بھولے ہوئے کو بھی سبق یاد آ جائے گا، پتہ چل جائے گا کہ یہ تو مصطفیٰ ﷺ ہیں چونکہ شان آشکار ہوچکی ہوگی، لہذا یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے بارے میں اب تیرا عقیدہ کیا ہے؟ بلکہ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ دنیا میں جب تو تقریر کرتا تھا تو اس وقت ان کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قبر میں جب چہرہ مصطفیٰ ﷺ سامنے ہوگا تو انکار کی مجال نہ ہوگی، لہذا اس وقت کا ماننا قبول نہ ہوگا بلکہ پوچھا جائے گا کہ بتا زندگی بھر ان کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ جب میرے مصطفیٰ کے تذکرے پڑھتا یا سنتا تھا تو تیرا چہرہ کھل اُٹھتا تھا یا تو تکلیف محسوس کرتا تھا؟ یعنی حضور ﷺ کے بارے میں وہ عقیدہ پوچھا جائے گا جو اِس دنیا میں اس نے اختیار کیے رکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو قبر میں آزمایا جائے گا۔

فَأَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ، فَبِیْ تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّیْ تُسْئَلُوْنَ.

(احمد بن حنبل، المسند، ٦:١٣٩، الرقم: ٢٥١٣٣)

یعنی قبر کی آزمائش یہ ہے کہ صرف میری ذات اور میری شان کے بارے میں تمہیں آزمایا جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یہ روایت اس امر پر نصِ صریح ہے کہ قبر میں جو آزمائش ہوگی اس کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے ہے۔

قبر میں پوچھے جانے والے سوالات کی تطبیق

سنن ابوداؤد اور نچلے درجے کی کتب حدیث میں قبر میں پوچھے جانے والے تین سوالات کا ذکر آیا ہے جبکہ صحیح بخاری و مسلم میں تین سوال نہیں آئے۔ اس کی تطبیق کیا ہے؟

یاد رکھیں! اگر متفق علیہ حدیث میں کچھ اور ہو اور نچلے درجے کی کتبِ حدیث میں اُس سے مختلف مضمون ہو اور تطبیق نہ ہو سکے تو متفق علیہ کو اختیار کیا جائے گا۔ لیکن مذکورہ روایات میں تطبیق ممکن ہے۔ ذیل میں اس مسئلہ کی دو تطبیقات بیان کی جارہی ہیں:

۱۔ وہ روایت جس کے مطابق قبر میں تین سوالات پوچھے جائیں گے، یہ تین سوالات بھی حق ہیں اور صحیحین میں مذکور ایک سوال بھی حق ہے۔ اس کی پہلی تطبیق یہ ہے کہ پہلے دو سوال اختیاری (Optional) ہوں گے اور تیسرا سوال لازمی ہوگا۔ پہلے سوال کا جواب دیا یا نہ دیا تب بھی دوسرا سوال ہوگا، دوسرے سوال کا جواب آیا یا نہ آیا تب بھی تیسرا سوال ہوگا اور اگر تیسرے سوال کا جواب ''نہیں'' میں آیا تو اُس کے بعد کوئی چوتھا سوال نہیں ہوگا۔ معرفتِ مصطفیٰ ﷺ ہوگئی تو جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ بصورتِ دیگر عذاب میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسری تطبیق یہ ہے کہ پہلا سوال کہ تیرا رب کون ہے؟ یہ سوال اس بات کے تعین کے لیے ہے کہ آیا خدا کو مانتا بھی ہے؟ یا نہیں؟ الہامی مذاہب سے ہے یا غیر الہامی مذاہب سے ہے اگر اُس نے کہہ دیا کہ میرا رب اللہ ہے، تو اس سوال سے یہ معلوم نہ ہوا کہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟ اس لیے کہ اللہ کو یہودی اور عیسائی بھی مانتے ہیں۔ اس لیے دوسرا سوال ہوا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ اگر اُس نے کہا کہ میرا دین اسلام ہے تو پھر واضح ہوگیا کہ یہ مسلم ہے۔ یعنی پہلے دو سوال کھنگالنے کے لیے ہیں کہ پتہ چلے کہ یہ کون ہے؟ جب پتہ چل گیا کہ یہ مسلمان ہے، تو پھر مسلمان کے لیے ایک ہی سوال ہے اور وہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ سے متعلق ہے۔

گویا پہلے دو سوال اُس کے مذہب کے تعین کے لیے ہیں اور جب تعین ہو جائے گا کہ دین اسلام میں سے ہے تو پھر اُس سے پوچھا جائے گا:

مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ.

اب بتا! مصطفیٰ ﷺ کا مقام کیا ہے؟ گویا مسلمان کے لیے ایک ہی سوال ہے۔ امام بخاری نے ایک ہی سوال والی روایت اس لیے ذکر کی تا کہ واضح کردیں کہ مسلمانو! اپنی تیاری

کر لو، جب تمہارے مذہب کا تعین ہو جائے گا تو ایک ہی سوال ہو گا اور وہ سوال مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ہو گا۔ لہٰذا آج مقام مصطفیٰ ﷺ کی پہچان کر لو۔

عقیدہ کی اصلاح کے لیے بنیادی چیز اوّل تا آخر معرفتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اگر اس پر عقیدہ صحیح ہے تو کئی کمزوریاں معاف کر دی جائیں گی اور اگر مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے عقیدہ میں گڑ بڑ ہے تو بڑے بڑے اعمال بھی قابلِ قبول نہیں۔

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو

عقیدہ صحیحہ اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت کے حصول کے لیے دو ہی سرچشمے ہیں:

۱۔قرآن ۲۔حدیث

قرآن اور حدیث جو عقیدہ بتائیں، وہ عقیدہ حق ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اپنے اپنے تصورات گھڑ رکھے ہیں، ہمارے اپنے معیارات ہیں، ہم ان پر ہی قرآن اور حدیث کو ڈھالنا چاہتے ہیں اور قرآن و حدیث پر قاضی بنتے ہیں۔ یاد رکھیں! جو قرآن، حدیث او رصحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہو وہ عقیدہ لے لیں اور اپنے من گھڑت معیار اور تصورات سے کنارہ کشی کر لیں۔

ہمارا عالم یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ کر دیں، اللہ اور رسول کی بات اکٹھی کر دیں تو ہمارے تصورِ توحید میں لرزہ آجاتا ہے۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ رسول کو اللہ کے ساتھ ملا دیا (استغفراللہ العظیم) یہ بات ذہن نشین رہے کہ رسول کو اللہ کے برابر کرنے کی سوچ کفر و شرک ہے، مگر یہ کہنا کہ رسول کو اللہ کے ساتھ ملا دیا، یہ تصورِ جہالت ہے۔ اس لیے کہ ملایا اُسے جاتا ہے جو پہلے جدا ہو، رب نے تو رسول کو اپنے آپ سے جدا ہی نہیں کیا۔

قرآن مجید میں سو (100) سے زائد مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنے اور اپنے محبوب کے ذکر کو جوڑا ہے اور برابر رکھا ہے، مگر جدا نہیں کیا۔ اللہ کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ اُس نے عبادت کے علاوہ کوئی مقام ایسا نہیں رکھا جہاں حضور ﷺ کو اپنے سے جدا کیا ہو۔ صرف عبادت رسول کے لیے نہیں، باقی ہر بات اور حق میں اُس نے محبوب کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ محبت، ادب، اتباع، بیعت، اطاعت، قربت، رضا الغرض ہر شے میں شریک کر لیا۔

سات آیات قرآن میں ایسی ہیں جہاں اللہ نے اپنا اور اپنے رسول کا ذکر ضمیرِ واحد کے ساتھ ملا کر کیا ہے۔ مثلاً: ایک مقام پر فرمایا:

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ○ (النساء، ۴: ۱۴)

’’اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلّت انگیز عذاب ہےo‘‘

ائمہ تفسیر لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ذکر دو کا ہے، لہٰذا کہنا چاہیے تھا ’’یَتَعَدَّ حُدُوْدَهُمَا‘‘، جس نے اُن دونوں کی حدود کو توڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کا ذکر کر کے یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ میں ’’ہٗ‘‘ضمیر واحد استعمال کی۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ○ (الأنفال، ۸: ۲۰)

’’اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہوo‘‘

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عنهما نہیں فرمایا کہ ان دونوں سے منہ نہ پھیرو بلکہ فرمایا: اُس سے منہ نہ پھیرو۔ ضمیرِ واحد کا استعمال یہ واضح کرنے کے لیے ہے کہ جس کا چہرہ مصطفیٰ ﷺ سے پھر گیا وہ خدا سے پھر گیا۔ اس لیے کہ خدا اور مصطفیٰ کا رُخ ایک ہے۔

اسی طرح فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ. (الأنفال، ۸: ۲۴)

’’اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ، دونوں) کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔‘‘

لغوی اعتبار سے چاہیے تھا کہ کہا جاتا، اِذَا دَعَوَاكُمْ، اللہ اور

اُس کا رسول (دونوں) تمہیں بلائیں۔ مگر یہاں بھی صیغہ واحد ''دَعَاکُمْ'' استعمال فرمایا۔ وہ دو کو ایک کر دیتا ہے اور ضمیر ایک کی استعمال کرتا ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ خدا اور مصطفیٰ ﷺ کی دعوت بھی ایک ہے اور خدا و مصطفیٰ ﷺ کی استجابت بھی ایک ہے۔

حضرت سعید بن المعلیٰؓ روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾

(بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۰۴، الرقم: ۴۳۷۰)

''میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے بلایا لیکن میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو حاضرِ بارگاہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوجایا کرو جب رسول تمہیں بلائیں۔''

امام قرطبی نے اس مقام پر امام شافعی کا فتویٰ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الصلوٰةَ لَا تَبْطُلُ لأمْرِ رسول الله بالإجابة وإن كانَ في الصلوٰة.

''جب آقا بلائیں اور نمازی نماز میں ہو تو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں چلے جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔''

لوگو! صحابہ کرام کی توحید کو بھی دیکھو اور آج اپنی توحید کو بھی دیکھو۔ ہم نے جو توحید گھڑ لی ہے وہ یہ بتاتی ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا دھیان بھی آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور صحابہ کی توحید بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کو دیکھ لیں، حضور ﷺ جس طرف کام کے لیے بھیجیں وہ کام بھی کر آئیں تب بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ تم دھیان پر نماز ٹوٹنے کا اعتراض کرتے ہو جبکہ حضور ﷺ کی نوکری اور کام پر بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

صحابہ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے من گھڑت عقائد کے برتن توڑ دیں اور عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رسالت صحابہ کرام سے لیں۔ جو ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کا عقیدہ تھا، جو اہلِ بیت اطہار کا عقیدہ تھا، وہی عقیدہ حق ہے۔ قرآن وسنت کو ان شخصیات سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا تھا۔

یہ جاننے کے لیے کہ کس کا عقیدہ صحیح، کس کا غلط۔۔۔ کون حضور ﷺ کا وفادار اور کون تاجدارِ کائنات ﷺ کا غدار۔۔۔ کس کی قبر و آخرت میں بخشش ہوگی اور کون زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔۔۔ یہ جاننا ہو تو دیکھا کریں کہ کتب حدیث سے چُن چُن کر حضور ﷺ کی شان وعظمت سے متعلق احادیث کون بیان کرتا ہے اور کون عمر بھر حضور ﷺ کی عظمت و معرفت سے متعلقہ احادیث کو بیان کرنے سے احتراز برتتا اور انہیں لوگوں سے چھپاتا پھرتا ہے۔ اگر کوئی غلام ہے تو وہ آقا ﷺ کی شان بیان کرتے کرتے کبھی نہیں تھکے گا اور جو معلوم ہونے کے باوجود بھی عمر بھر کسی کو ایسی احادیث نہ بیان کرتا ہو تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اس کا مقامِ وعظمتِ مصطفیٰ ﷺ سے متعلق عقیدہ صحیح نہیں۔

صحابہ کرامؓ کو عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ادب و احترام کے اس مقام پر تھے کہ حضور ﷺ کے بال بھی نیچے نہیں گرنے دیتے تھے۔ حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ.

(مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۲، الرقم: ۲۳۲۵)

''میں نے دیکھا کہ حجام آپ کا سر مونڈ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپ کے گرد گھوم رہے تھے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کی بجائے ان کے ہاتھ میں گرے۔''

یہ آداب انہیں کس نے سکھائے تھے؟ کیا اس طرح کرنے کا یہ حکم حضور ﷺ نے انہیں دیا تھا؟ جب صحابہ، حضور ﷺ کا بال اور وضو کا قطرہ بھی گرنے نہ دیں اور آقا ﷺ صحابہ کرام کے اس عمل کو ملاحظہ بھی فرما رہے ہوں اور زبان سے خاموش رہیں اور صحابہ کرام کو منع بھی نہ کریں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے اس عمل کی خود توثیق کر دی جس سے یہ حدیثِ تقریری بن گئی۔

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے پوچھا گیا:

أیما أکبر أنت أم النبی ﷺ؟

(حاکم، المستدرک، ۳: ۳۶۳، الرقم: ۵۳۹۸)

''آپ دونوں میں سے عمر میں بڑا کون ہے؟ آپ بڑے ہیں یا حضور ﷺ؟''

فقال: هو أکبر مني وأنا ولدت قبله.

''فرمایا: بڑے وہی ہیں، میں پیدا اُن سے پہلے ہوگیا تھا۔''

صحابہ کے کلمات، زبان، تعلق، ایمان الغرض ہر پہلو میں ادب تھا، چلتے پھرتے ہمہ وقت سراپا ادب رہتے تھے۔ جب تک آقا ﷺ کے لیے اس طرح کا ادب ہم اپنی زندگیوں میں نہیں لائیں گے، ہم کسی طرح بھی صاحبِ ایمان اور صاحب عقیدہ نہیں بن سکتے۔

اس لیے میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ عقیدہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ صحابہ کرام کے علاوہ کسی سے نہ لیں۔ ہر ایک کا دیا ہوعقیدہ غلط ہوسکتا ہے مگر صحابہ اور اہل بیت کا دیا ہوا عقیدہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ قرآن و حدیث کا جوفہم اور معرفت اُن کوتھی، وہ کسی اور کو قیامت تک نہیں مل سکتی۔ کچھ لوگ اپنا باطل زعم اونچا سمجھتے ہیں اور قرآن و حدیث کو نیچا سمجھتے ہیں، انہیں ایسے خیالات سے توبہ کرنی چاہئے۔

جہاں عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور توحید کی حدیں مل جائیں اور ایک دوسرے کو نہ توڑیں وہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا صحیح عقیدہ ہے۔ یہ حدیں جڑی رہیں مگر کراس نہ ہوں، عبد عبد رہے اور معبود معبود رہے۔۔۔ خدا خدا رہے، مصطفیٰ ﷺ مصطفیٰ ﷺ رہے۔۔۔ وہ دونوں شان میں الگ بھی رہیں اور جدا بھی نہ ہوں۔ جب یہ مقام عقیدہ میں آجائے تو پھر آقا ﷺ کی اطاعت، خدا کی اطاعت۔۔۔ حضور ﷺ کی محبت، خدا کی محبت۔۔۔ حضور ﷺ کا ادب، خدا کا ادب۔۔۔ آقا ﷺ کی حرمت، خدا کی حرمت۔۔۔ حضور ﷺ کی بیعت، خدا کی بیعت۔۔۔ حضور ﷺ کی طلب، خدا کی طلب۔۔۔ حضور ﷺ کی رضا، خدا کی رضا۔۔۔ حضور ﷺ کی عطا، خدا کی عطا۔۔۔ حضور ﷺ کا غنا، خدا کا غنا۔۔۔ حضور ﷺ کی قربت، خدا کی قربت۔۔۔ حضور ﷺ کی بے ادبی، خدا کی بے ادبی۔۔۔ حضور ﷺ سے منہ کا پھر جانا، خدا سے مرتد ہونا ہے۔ گویا عقیدہ اور ایمان کی وہ بنیاد جو آقا ﷺ نے ہمیں دی اور صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے ہمیں سکھائی، وہ بنیاد معرفتِ مقامِ مصطفیٰ ہے اور اگر کسی کا اس پر عقیدہ درست نہیں تو کوئی شے اس کے کام نہیں آئے گی۔

اطاعتِ رسول ﷺ

بدقسمتی سے آج کے دور میں عقائد کی غلط ہونے کی وجہ سے فرقے بن گئے اور فرقوں میں اختلاف کی وجہ سے جنگیں ہوئیں، جو امتِ مسلمہ کے ٹکرے ٹکرے ہونے کا سبب بنیں۔ آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس اُمت کو جوڑنے کے لئے ہے۔ لہٰذا عقیدے کی درستگی اور ایمان کی حفاظت کے لیے ذات مصطفیٰ ﷺ سے تعلق جوڑنا ہوگا۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ.

(بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۵، الرقم: ۶۸۵۲)

''جس نے حضور ﷺ کا دامن پکڑ لیا، اُس نے اللہ کا دامن پکڑ لیا اور جس نے حضور کو چھوڑ دیا، اُس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔ حق اور باطل میں فرق صرف مصطفیٰ ﷺ کی ذات کا ہے''۔

نیک و بد اور مومن و کافر میں فرق ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں رکھے جانے والے عقیدہ سے شروع ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت کی بخششیں حضور ﷺ کے متعلق عقیدۂ صحیح، حضور ﷺ کی سچی غلامی اور آپ ﷺ کی عظمت کی معرفت میں ہے۔ اس عقیدے کو درست کرلیں، یہی نقطۂ ارتکاز، نقطہ اتحاد، نقطہ فلاح اور نقطہ نجات ہے۔ اسی سے خیر کے سارے راستے نکل آئیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (الأعراف، ۷: ۱۵۷)

یعنی جو اس رسول پر اس شان کے ساتھ ایمان لائے وَعَزَّرُوْهُ اور رسول ﷺ کا کمال درجہ ادب کرے وَنَصَرُوْهُ اور اُس رسول کے دین کی مدد کرے وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اور پھر رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اتباع کرے

اُسی کو فلاح نصیب ہوگی۔

شانِ محمدی ﷺ کی علی الاطلاق بلندی

ایمان کا مرکز و محور حضور ﷺ کی ذات ہے۔ یاد رکھ لیں! مقام و شان رسالت پر زور دینا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ مبالغہ اُس وقت ہوتا ہے جب کسی کو اُس کی شان سے بڑھا دیا جائے جبکہ حضور ﷺ کی شان کو تو اللہ نے بڑھا دیا ہے۔ فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ○ (الم نشرح، ۹۴: ۴)

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔''

ذکر کا ایک معنیٰ شان ہے یعنی ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کی شان کو بلند کر دیا ہے۔ بلندی اضافت کی چیز ہے۔ مثلاً: یہ چھت اِس چھت سے بلند ہے، یہ مکان اس مکان سے بلند ہے، گویا بلندی کے لئے مقابلہ اور موازنہ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے آقا ﷺ کی شان میں بلندی کی بات کی تو ساری اضافتیں ختم کر دیں اور علی الاطلاق فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ○

یعنی کوئی شے شانِ مصطفیٰ ﷺ کے مقابلے میں ہے ہی نہیں۔ جب مقابلہ ہی نہیں تو شانِ مصطفیٰ ہر ایک سے بلند ہے۔ اللہ رب العزت وَرَفَعْتُ (میں نے بلند کر دی) بھی کہہ سکتا تھا مگر عربی لغت اور بلاغت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کہے کہ میں نے کیا، تب بھی وہی بات، جب کہے کہ ہم نے کیا تب بھی وہی بات، مگر جمع کا صیغہ استعمال کرکے وہ نفسِ مضمون میں تاکید اور قوت پیدا کرتا ہے اور سننے والوں کو جھنجھوڑتا ہے کہ وَرَفَعْنَا ہم نے محبوب کی شان کو بلند کیا۔ 'ہم نے' فرما کر وہ چیلنج کر رہا ہے کہ اگر ہم سے کوئی بڑا ہے تو گھٹا کر دکھا دے۔ ہم بلند کرنے والے ہیں اور ہم نے شانِ مصطفیٰ ﷺ علی الاطلاق بلند کر دی کہ کسی سے مقابلہ نہ رہا۔ جب علی الاطلاق بلند کر دیا اور مقابلے میں کوئی شے نہ رکھی تو گویا حضور ﷺ کی شان کُل عالمِ خلق سے بلند ہوگئی، عالم مکاں و لامکان، سدرۃ المنتہیٰ اور عرشِ معلیٰ سے بھی بلند ہوگئی۔ اس لئے فرمایا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی○

(النجم، ۵۳: ۸-۹)

آپ ﷺ کی شان اللہ تعالیٰ نے دَنٰی سے فتدلّٰی، فتدلی سے قَابَ قَوْسَیْن اور قاب قوسین سے اَوْ اَدْنٰی تک اتنی بلند کر دی کہ اُس کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ جب رب نے حضور ﷺ کی شان کی کوئی حد مقرر نہیں کی سوائے ایک حد کے اور وہ حد یہ ہے کہ خدا خدا رہا اور مصطفیٰ ﷺ مصطفیٰ ﷺ رہا۔۔۔ وہ خالق اور حضور ﷺ مخلوق۔۔۔ وہ معبود اور حضور ﷺ عبد۔۔۔ وہ محبّ اور حضور ﷺ محبوب۔۔۔ وہ مُرسِل اور حضور مُرسَل۔۔۔ اس فرقِ احدیت اور فرقِ عبدیت کے سوا کوئی اور فرق نہ رہا۔ لہٰذا جو شخص رسول ﷺ کو خدا بنائے وہ بھی کافر اور جو رسول ﷺ کو خدا سے جدا بنائے وہ بھی کافر۔ رب نے اَوْ اَدْنٰی کہہ کر حدیں ختم کر دیں اور شانِ محمدی علی الاطلاق بلند کر دی۔

لوگو! حضور ﷺ کو خدا نہ جانو لیکن خدا سے جدا بھی نہ جانو، یہ عقیدۂ صحیح ہے۔ جتنی چاہو شانیں بلند کر لو، ہمارے خیالات اور الفاظ ختم ہو جائیں تب بھی حضور ﷺ کی شان سے کم رہیں گے۔

جس کی شان خود خدا بلند کردے اور ہر آنے والے لمحے میں مزید بلندیاں عطا کر رہا ہو اس محبوب کی شان کو امتی کیسے بڑھا یا گھٹا سکتا ہے۔ ہم امتی جو نیچے ہیں وہ اُوپر والے کو کیا بڑھائیں گے؟ ہمارا تو دماغ، فہم، علم، ذکر اور بیان بھی اُس بلندی پر نہیں پہنچتا جس پر پہلے سے مصطفیٰ ﷺ فائز ہیں۔

لہٰذا مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا معنی یہ ہے کہ

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

آقا ﷺ کے عشق، محبت، تعظیم اور توقیر کے تعلق میں اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت میں اس طرح جڑ جائیں جس طرح صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار جڑے تھے تو دنیا اور آخرت میں ہر جگہ خیر ہوگی۔ اگر اس عقیدے میں کمزوری رہ گئی تو کوئی عمل قبول نہیں ہوگا بلکہ ہر عمل خوارج کی طرح رد کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کی معرفت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

عید میلاد النبی ﷺ منانے کا شرعی طریقہ

میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرنا مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب ہے

میلاد کی محافل کا انعقاد اللہ کی رضا اور حبیبِ خدا کی خوشنودی کیلئے ہونا چاہیے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

جشنِ میلاد النبی ﷺ کا اِہتمام کرنا یقیناً مستحسن اور باعثِ اَجر و ثواب ہے لیکن اِس موقع پر اگر اِنعقادِ میلاد کے بعض قابلِ اِعتراض پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اُنہیں برقرار رہنے دیا جائے تو ہم میلاد النبی ﷺ کے فیوض و برکات سے محروم رہیں گے۔ جب تک اس پاکیزہ جشن میں طہارت، نفاست اور کمال درجہ کی پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا جائے گا سب کچھ کرنے کے باوجود اس سے حاصل ہونے والے مطلوبہ ثمرات سمیٹنا تو درکنار ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی ناراضی مول لیں گے۔

محفلِ میلاد ہو یا جلوسِ میلاد، یہ سارا اِہتمام چونکہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کے سلسلہ میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کا تقدس برقرار رکھنا اُسی طرح ضروری ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ کی مجلس کے آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ پوری کوشش ہونی چاہیے کہ ماحول کی پاکیزگی کو خرافات اور خلافِ شرع بے ہودہ کاموں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔

اِس کے ساتھ ساتھ جشنِ میلاد کے موقع پر محفلیں منعقد کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا، جانی و مالی، علمی و فکری غرضیکہ ہر قسم کی قربانی کا جذبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہونا چاہیے۔

احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ صبح و شام حضور ﷺ پر درود و سلام کے علاوہ اپنی اُمت کے دوسرے نیک و بد اَعمال بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے کام دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور برائی دیکھ کر ناراضگی اور اَفسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہماری یہ میلاد کی خوشیاں بھی حضور ﷺ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ اگر ان میں صدق و اخلاص شامل نہیں ہوگا تو حضور ﷺ کو ہماری ایسی محفلوں کے انعقاد سے کیا مسرت ہوگی۔۔۔؟ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب ﷺ کی خاطر کی جانے والی اس تقریب کو کیونکر شرفِ قبولیت سے نوازے گا۔۔۔؟ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ صدقہ و خیرات میں کثرت اور اِظہارِ مسرت کے لیے بڑے بڑے جلسے جلوس اُس بارگاہ میں اس وقت تک قبولیت نہیں پاتے جب تک کہ ظاہری عقیدت میں اخلاصِ باطن اور حسنِ نیت شامل نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور ادب و تعظیم ہی ہمارے ہر عمل کی قبولیت کی اَوّلین شرط ہے۔

بدقسمتی سے آج اُمتِ مسلمہ دو بڑے طبقوں میں بٹ گئی ہے:

۱۔ ایک طبقہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کو سرے سے ناجائز، حرام اور بدعت کہہ کر اِس کا اِنکار کر رہا ہے۔

۲۔ دوسرا طبقہ میلاد کے نام پر (اِلا ماشاء اللہ) ناجائز اور فحش کام سرانجام دینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ اُنہوں نے کچھ غیر شرعی اُمور کو داخلِ میلاد کر کے میلاد النبی ﷺ کے پاکیزہ تصور کو بدنام اور اس کے تقدس کو پامال کر دیا ہے۔

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ اِفراط و تفریط سے بچتے

ہوئے اِن انتہاء پسند رویوں کے بین بین اِعتدال پسندی کی روش اِختیار کی جائے۔

ہم نے میلاد اور سیرت کے نام پر مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کوئی صرف میلاد کا داعی بن گیا اور کوئی صرف سیرت کا نام لیوا۔ میلاد کا نام لینے والا سیرت سے کتراتا ہے اور سیرت کا داعی میلاد کو ناجائز کہہ کر اپنی دانش وری اور بقراطیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ سوچ ناپید ہے کہ اگر میلاد نہ ہوتا تو سیرت کہاں سے ہوتی۔۔۔ اور اگر سیرت کے بیان سے اِحتراز کیا تو پھر میلاد کا مقصد کیسے پورا ہو سکتا ہے۔۔۔؟ بیانِ میلاد اور بیانِ سیرت دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے طریقے ہیں۔ دونوں ایک شمع کی کرنیں ہیں۔ میلاد کو نہ تو بدعت اور حرام کہہ کر ناجائز سمجھیں اور نہ اِسے جائز سمجھتے ہوئے اس کے پاکیزہ ماحول کو خرافات سے آلودہ کیا جائے۔

میلاد النبی ﷺ منانے کے لئے ہر وہ کام سر انجام دینا شرعی طور پر جائز ہے جو خوشی و مسرت کے اظہار کے لئے درست اور رائج الوقت ہو۔ میلاد کی روح پرور تقریبات کے سلسلے میں انتظام وانصرام کرنا، درود وسلام سے مہکی فضاؤں میں جلوس نکالنا، محافل میلاد کا انعقاد کرنا، نعت یا قوالی کی صورت میں آقا علیہ السلام کی شانِ اقدس بیان کرنا اور عظمتِ مصطفی ﷺ کے چرچے کرنا سب قابلِ تحسین، قابلِ قبول اور پسندیدہ اعمال ہیں۔ ایسی مستحسن اور مبارک محافل کو حرام قرار دینا حقائق سے لاعلمی، ضد اور ہٹ دھرمی کے سواء کچھ نہیں ہے۔

کتب سیر واحادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُونَ: يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُولَ اللهِ! يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُولَ اللهِ!

مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب نعرے لگا رہے تھے: ''یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

(مسلم، الصحیح، ۴: ۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹)

دیگر روایات کے مطابق اہل مدینہ جلوس میں یہ نعرہ لگا رہے تھے:

جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم

''اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ تشریف لے آئے ہیں''۔

امام حاکم اس حدیث مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

''یہ حدیث مبارکہ امام بخاری ومسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا''۔

(حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۴، رقم: ۴۲۸۲)

معصوم بچیاں اور اوس وخزرج کی عفت شعار خواتین دف بجا کر دل وجان سے محبوب ترین اور عزیز ترین مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

''ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے، ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی''۔

(ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد پر مذکورہ بالا اشعار کا پڑھا جانا محبّ طبری، امام بیہقی، ابن حجر عسقلانی، ابن کثیر، علامہ عینی، امام قسطلانی، امام زرقانی، احمد زینی دحلان کے علاوہ بھی دیگر محدثین، مؤرخین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی آمد کے وقت آپ کے استقبال کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے یہ آپ ﷺ کے سامنے ہوئی مگر آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ ﷺ کی دنیا میں آمد کی خوشی منانا، آپ ﷺ کے مناقب ومحاسن بیان کرنا اور جلسے جلوس کا اہتمام کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔

خوشی و مسرت کا اعلانیہ اظہار

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی نعمتوں کا شکر بجا لانے کا ایک مقبولِ عام طریقہ خوشی و مسرت کا اِعلانیہ اظہار ہے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے! یہ وہ نعمتِ عظمٰی ہے جس کے لیے خود ربِ کریم نے خوشیاں منانے کا حکم فرمایا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (یونس، ۱۰:۵۸)

’’فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں‘‘۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا رُوئے خطاب اپنے حبیب ﷺ سے ہے کہ اپنے صحابہ اور ان کے ذریعے پوری اُمت کو بتا دیجئے کہ ان پر اللہ کی جو رحمت نازل ہوئی ہے، وہ ان سے اس امر کی متقاضی ہے کہ اس پر جس قدر ممکن ہو سکے خوشی اور مسرت کا اظہار کریں اور جس دن حبیبِ خدا ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں عظیم ترین نعمت اُنہیں عطا کی گئی اسے شایانِ شان طریقے سے منائیں۔ اس آیت میں حصولِ نعمت کی یہ خوشی امت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر جشن کی صورت میں ہی منایا جاسکتا ہے۔ چونکہ حکم ہوگیا ہے کہ خوشی مناؤ اور اجتماعی طور پر خوشی عید کے طور پر منائی جاتی ہے یا جشن کے طور پر۔ لہٰذا آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یومِ ولادتِ رسول اکرم ﷺ کو عیدِ میلاد النبی ﷺ کے طور پر منائیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت ہیں

سورۃ یونس کی مذکورہ آیت نمبر ۵۸ میں دو چیزوں یعنی اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں فضل اور رحمت کا الگ الگ ذکر کیوں کیا گیا اور ان سے کیا مراد ہے؟

قرآن حکیم کے اسالیبِ بیان میں سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ جب فضل اور رحمت کا ذکر ہو رہا ہو تو اس سے حضور ﷺ کی ذات گرامی مراد ہوتی ہے۔ اس اُسلوبِ بیان سے اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ لوگ کہیں اللہ کے فضل اور رحمت کو کسی اور سمت تلاش کرنے نہ لگ جائیں بلکہ اچھی طرح یہ نکتہ سمجھ لیں کہ اللہ نے اپنا فضل اور رحمت درحقیقت ایک ہی ذات میں جمع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا اس ایک ہی مبارک ہستی کے سبب سے شکر ادا کیا جائے اور خوشیاں منائی جائیں۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کو اللہ کا فضل اور اس کی رحمت قرار دیتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

’’پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً تباہ ہو جاتے‘‘ ○ (البقرہ، ۲:۶۴)

درج ذیل آیاتِ کریمہ بھی حضور ﷺ کے اللہ کا فضل اور رحمت ہونے کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہیں:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيْلًا ○

’’اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے‘‘ ○ (النساء، ۴:۸۳)

اس مقام پر اللہ رب العزت کا رُوئے خطاب عام مومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہے۔ اس نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی آمد اور بعثت کو اپنا فضل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس میرے حبیب تشریف نہ لاتے تو تم میں سے اکثر لوگ شیطان کے پیروکار ہو چکے ہوتے اور کفر و شرک اور گمراہی و تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہوتی۔ پس میرے محبوب پیغمبر کا تمہاری طرف مبعوث ہونا تم پر اللہ کا فضل بن گیا کہ اس کی آمد کے صدقے تمہیں ہدایت نصیب ہوئی اور تم شیطان کی پیروی اور گمراہی سے بچ گئے۔

یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اس نے راہِ ہدایت سے بھٹکی ہوئی انسانیت میں اپنا حبیب ﷺ مبعوث فرمایا اور بنی نوع انسان شیطانی حملوں سے بچ گئے۔ اس رسول معظم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد سرانجام دیے جانے والے اُمور کی تصریح بھی خود قرآن فرما رہا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍO

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھےo (آل عمران، ۳:۱۶۴)

بعثتِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل پورا عالم انسانی گمراہی و ضلالت میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے میں اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو تلاوتِ آیات اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے ذریعے جہالت وگمراہی کے اندھیروں سے باہر نکالا، ان کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کیا اور ان کی جانوں اور روحوں کو نبوی تعلیم و تربیت کی بدولت تمام دنیوی آلائشوں سے پاک اور صاف کیا۔ یہ عالم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل اور رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اسے اپنے اِحسانِ عظیم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ فَلْيَفْرَحُوا کے اس مصداق پر اہلِ اِسلام جتنی بھی خوشی منائیں کم ہے۔ یہ خوشی صرف محسوس ہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کا کھلا اظہار ہونا بھی ضروری ہے۔

فضل و رحمت کی آمد پر خوشی کیونکر منائی جائے؟

آیت مذکورہ میں فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا کے معنوی رموز کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فخر المفسرین امام رازی نے ان الفاظ کے حصر اور اختصاص و امتیاز کو یوں واضح کیا ہے:

قوله:(فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا) يفيد الحصر، يعني يجب أن لايفرح الإنسان إلا بذالك.

اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا. حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی واجب ہے کہ اِنسان صرف اِسی پر خوشی منائے۔ (التفسیر الکبیر، ۱۷:۱۱۷)

امام رازی نے آیت مبارکہ میں معنوی حصر و اختصاص کو شرح و بسط سے بیان کرتے ہوئے ”فرح“ یعنی خوشی و مسرت کے اظہار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس لفظ کے دامن میں وہ سب خوشیاں اور مسرتیں سمٹ آئی ہیں جو نہ صرف جائز ہیں بلکہ از رہِ حکم اس کے منانے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر اظہارِ مسرت کرو اور اس پر خوب خوشیاں مناؤ۔

قارئین کرام! یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ اللہ رب العزت نے ایسی خوشیاں منانے سے منع فرمایا ہے جن میں خود نمائی اور دکھاوا ہو۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ لوگ کسی دنیاوی نعمت پر اس قدر خوشی کا اظہار کریں کہ وہ آپے سے باہر ہوجائیں اور شائستگی کی تمام حدیں پھلانگتے ہوئے اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَO (القصص، ۲۸:۷۶)

بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتاo

لیکن اس کے برعکس جب اپنے فضل اور رحمت کی بات کی تو اپنے اس حکم میں استثناء (exception) کا اعلان فرما دیا کہ اگر میرا فضل اور رحمت نصیب ہو جائے تو پھر میرا ہی حکم ہے:

فَلْيَفْرَحُوا، یعنی کہ خوب خوشیاں منایا کرو۔ اور

وَ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ کے ذریعہ یہ بتلا دیا کہ جو لوگ جشنِ میلاد کے موقع پر لائٹنگ کے لیے قمقمے لگاتے ہیں، گل پاشیاں کرتے ہیں، قالین اور غالیچے بچھاتے ہیں، جلسے جلوس اور محافل و اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں، لنگر بانٹنے کے لیے کھانا پکاتے ہیں یعنی دھوم دھام سے اِظہارِ خوشی کے لیے جو کچھ انتظامات کرتے ہیں وہ سب کچھ حبِ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ لہٰذا ان کے یہ اَخراجات مال و دولت کے انبار لگانے اور انہیں جمع کرنے سے کہیں بہتر ہیں۔ چنانچہ جونہی ماہِ ربیع الاول کا آغاز ہوتا ہے پوری دنیا میں غلامانِ رسول آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں دیوانہ وار مگن ہو جاتے ہیں، ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے۔ کائنات کی ساری خوشیاں جملہ مسرتیں اور شادمانیاں اسی ایک خوشی پر ہی قربان ہو جائیں تو بھی اس یومِ سعید کے منانے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس کا جوازِ نصِ قرآن سے ثابت ہے اور خود اللہ رب العزت نے اس خوشی کے منانے کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ مندرجہ بالا ارشادِ قرآنی کی رو سے ہمیں بھی اس نعمتِ عظمیٰ پر خوشی منانے کا حکم دیا۔

نعمت کے شکرانے کا اِنفرادی و اِجتماعی سطح پر حکم

مشاہدے میں آیا ہے کہ کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو یا قومی آزادی حاصل ہو اور فتح و نصرت کا دن آئے تو جشن کا سماں ہوتا ہے۔ ہم یہ سب خوشیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ جب اس نعمتِ عظمیٰ ﷺ کے ملنے کا دن آئے تو اتنی فرحت و مسرت کا اہتمام کیا جائے کہ دنیا کی ساری خوشیوں پر غالب آ جائے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ خوشیاں و جشن منانے، چراغاں کرنے اور کھانے پکا کر تقسیم کرنے پر مال و دولت خرچ ہوتا ہے۔

معترضین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ان کاموں پر مال خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ اس سے بہتر تھا کہ یہ رقم کسی محتاج، غریب، نادار کو دے دی جاتی، کوئی مسجد بنا دی جاتی، کسی مدرسے میں جمع کرا دی جاتی، وغیرہ وغیرہ۔ یعنی اس طرح کے کئی شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مذکورہ کاموں پر خرچ کرنا اپنی جگہ بالکل درست، صحیح اور بجا ہے مگر باری تعالیٰ نے اس خیال کو بھی رد کر دیا کیونکہ اس موقع پر اُمت کی اجتماعی خوشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو صدقات و خیرات سے منع تو نہیں کرتا، ہر کوئی غرباء و مساکین اور مستحقین کی خدمت اپنی استطاعت کے مطابق کرے مگر جب حبیب مکرّم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانے کا موقع آئے تو یہ بہانہ بنا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ہم تو اپنا مال کسی اور نیک کام میں صرف کر دیں گے؛ بلکہ فرمایا: فَلْيَفْرَحُوا انہیں چاہئے کہ وہ میرے حبیب کی خاطر خوشی منائیں۔ اور هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ کہہ کر واضح کر دیا کہ اِس خوشی پر خرچ کرنا کسی بھی اور مقصد کے لیے جمع کرنے سے افضل ہے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ کی تفسیر

آیت کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے۔ سوال یہ کہ کیا چیز جمع ہو سکتی ہے؟ دو چیزیں ہی جمع کی جا سکتی ہیں:

1۔ دنیا کے حوالے سے جمع کرنا چاہیں تو مال و اَسباب اور دولت وغیرہ جمع کی جا سکتی ہے۔

2۔ اگر آخرت کے حوالے سے جمع کرنا ہو تو اَعمالِ صالحہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات و خیرات وغیرہ جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر قرآن حکیم نے یہاں نہ مال و دولت کی تخصیص کی ہے اور نہ ہی اَعمالِ صالحہ اور تقویٰ وغیرہ کی نشان دہی کی ہے۔ بلکہ آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا کلمہ مَا عام ہے جو اپنے اندر عمومیت کا مفہوم لیے ہوئے ہے اور دنیا و آخرت دونوں کو حاوی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں نکات ذہن نشین رکھ کر دیکھا جائے تو اس آیت سے مراد ہوگا: لوگو! تم اگر دنیا کے مال و دولت جمع کرتے ہو، جائیدادیں، کارخانے اور فیکٹریاں بناتے ہو یا سونے چاندی کے ڈھیروں کا ذخیرہ کرتے ہو غرضیکہ انواع و اقسام کی دولت خواہ نقد صورت میں ہو یا کسی جنس کی صورت میں، میرے حبیب کی آمد اور ولادت پر خوشی منانا تمہارے اس قدر مال و دولت جمع کرنے سے بہر حال بہتر ہے۔ اور اگر آخرت کے حوالے سے سجود، رکوع، قیام و قعود کا ذخیرہ کر لو، نفلی عبادات جمع کر لو، فرائض کی بجا آوری سے اجر و ثواب کا ذخیرہ کر لو، غرضیکہ نیکی کے تصور سے جو چاہو کرتے پھرو لیکن اس نعمت پر شکرانے کے لیے جشن منانا اور اس پر اپنا مال و دولت خرچ کرنا، یہ تمہارے اَعمالِ صالحہ کے ذخیرے سے زیادہ گراں اور زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ اگر تم نے اس نعمتِ عظمیٰ کی آمد پر خوشی نہ کی تو تم نے اَعمالِ صالحہ کی بھی قدر نہ کی۔ چونکہ سب اعمال تو تمہیں اسی کے سبب سے نصیب ہوئے؛ قرآن اسی کے سبب سے ملا، نماز، روزہ، حج وغیرہ اسی کے توسط سے عطا کیے گئے، ایمان و اسلام بھی اسی کے ذریعے سے ملے، دنیا و آخرت کی ہر نیکی اور عزت و مرتبہ بھی اسی کے سبب سے ملا، بلکہ نیکی، نیکی اِنتخابِ مصطفی ﷺ سے بنی اور برائی، برائی اِجتنابِ مصطفی ﷺ سے قرار پائی۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ عطا کرنے والے رب العزت کی معرفت تمہیں اسی کے سبب سے ملی۔ پس اس ہستی کے عطا کیے جانے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر کے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کا یہ عمل سب سے بڑھ کر ہونا چاہیے۔

(اس موضوع پر مزید مطالعہ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف ''میلاد النبی ﷺ'' ملاحظہ کیجیے)

ماہِ میلاد النبی ﷺ کے عملی تقاضے

حضور ﷺ کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے

میلاد کو رسم سے نکال کر وفا کے درجے تک لانا ہوگا

عین الحق بغدادی

وہ مہینہ جس میں اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کے لیے نبی آخر الزمان ﷺ بھیج کر کائنات پر احسانِ عظیم فرمایا اور جس ماہ کے آتے ہی ہر مومن کا دل خوشیوں سے کِھل اٹھتا ہے، اس ماہِ ربیع الاول کی آمد آمد ہے۔اس ماہ میں بالخصوص محافلِ میلاد کا انعقاد کرنا اور ذکر و نعت کا اہتمام کرنا ہر مسلمان اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔اس تحریر میں یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ جہاں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ اپنی محبتوں کا اظہار محافل کے انعقاد کی صورت میں کرتے ہیں، وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اسوہ کو اپنے روزمرہ کے امور میں عملی صورت میں اپنا کر کس طرح معاشرے کو امن و سلامتی اور خیر و برکت والا بنا سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے

ذات باری تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات ہے۔ وہ ازل سے ہے، جس کی کوئی ابتدا نہیں۔۔۔ وہ ابد تک ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں۔۔۔ وہ زندہ ہے مگر اس کی زندگی کی کوئی مثال نہیں۔۔۔ وہ علیم ہے، مگر اس کا علم ذاتی ہے۔۔۔ وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ سے خاص نہیں۔۔۔ وہ سب کو دیکھتا ہے مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ اس کی ذات عقل و خرد کے دائرے سے باہر ہے۔گویا وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہمارا مالک و رازق ہے، ہم ہر وقت خشوع و خضوع سے اس کی بارگاہ میں جھکے رہتے ہیں مگر اس ذات کو ہم اس مخبر صادق کے ذریعے جانتے اور پہچانتے ہیں جنہیں نبی آخر الزمان اور خاتم المرسلین بنا کر بھیجا گیا۔گویا جب تک مخبر صادق (حضور ﷺ کی ذات) پر ہمارا ایمان پختہ نہیں ہوگا، ذاتِ باری تعالیٰ پر ہمارا ایمان پختہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ رب العزت نے قرآن کی صورت میں دستورِ حیات دیا، جو احکامِ شرعی کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔ان احکام پر عمل کرنے کا پہلا تقاضا محبتِ الٰہی ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہم جب ان احکام پر عمل کریں تو محبت و رضائے الٰہی کے پہلوؤں کو مدنظر رکھیں۔ اس عمل سے ہمیں دنیوی و اخروی کامیابی ملے گی۔

سوال یہ ہے کہ جس ذات کو نہ ہم نے دیکھا، نہ ہم سمجھ سکتے ہیں، اس ذات سے بن دیکھے محبت کیسے ہوجائے اس لیے کہ محبت کا تقاضا ہے کہ انسان محبوب کے حسن و جمال کا دیدار کرے، جب جلوۂ محبوب محبّ پر آشکار ہوجاتا ہے تو وہ محبوب کے گفتار و کردار کو اپنانا شروع کر دیتا ہے۔ ہم جس رب کی ذات کا حسن و جمال دیکھ نہیں سکتے تو اس کے احکام پر محبت سے عمل کیسے کریں گے؟ محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جیسے محبوب عمل کرتا ہے ویسے ہی مُحب کرتا ہے۔جب ہم نے اللہ کا عمل دیکھا نہیں، تو ہم ویسا عمل کر کیسے سکتے ہیں؟

اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت کے اسی تقاضے کے پیشِ نظر ایک ایسی محبوب ہستی پیدا فرمائی کہ گویا اپنی مخلوق پر احسان کر دیا۔ویسے تو دنیا کی ہر نعمت اللہ کا احسان ہے، مگر

حضور خاتم المرسلینﷺ کو پیدا فرما کر اس نے کائنات پر اپنا یہ احسان جتا بھی دیا۔ ارشادفرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً۔ (آل عمران:۱۶۴)

''بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا''۔

ہر کوئی ذات الٰہی کو سمجھنے کی جستجو میں تھا، مگر اس ذات نے اپنے اظہار و پہچان کیلئے نبیِ برحق کو مبعوث فرما کر حضرتِ انسان پر احسان کیا اور پھر بنی نوعِ انسان کو حضورﷺ کی زبان سے اپنی توحید کا پیغام دیا کہ

قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ. اَللهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. (اخلاص،۱۱۲: ا تا۴)

''(اے نبی مکرّم!) آپ فرما دیجیے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے''۔

گویا حضورﷺ کی زبان سے ایسی توحید کا ذکر کروایا، جس نے توحید کے بارے میں پہلے سے موجود فرسودہ عقائد و تصورات کی نفی کر دی۔

گویا حضورﷺ کے میلاد (ولادت) کے صدقے میں ہمیں پہلا تحفہ توحید کا ملا اور میلاد پاک کا پہلا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کے ذریعے ہی توحید کو سمجھیں اور حضورﷺ کی ذات وتعلیمات کے ذریعے ہی بارگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کریں۔

میلادِ پاک کا دوسرا عملی تقاضا یہ ہے کہ جس طرح ہم نے توحید حضورﷺ کی زبان سے سیکھی اسی طرح محبتِ الٰہی بھی ذاتِ مصطفیٰﷺ سے سیکھیں۔ اپنی ذات سے محبت کروانے کا اصول بھی ہادیِ برحق نے قرآن کی صورت میں بزبانِ مصطفیٰﷺ سکھا دیا فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo (آل عمران:۳۱)

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے''۔

اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو جو میں کہوں اور جو میں کروں اسکی پیروی کرو، نتیجتاً اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ یعنی نیت ہماری اللہ سے محبت کرنے کی تھی، مگر حضورﷺ کی پیروی کرنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا بھی نصیب ہو گیا۔ اگر حضورﷺ کے اقوال، افعال اور اعمال کی پیروی نہ کی تو اللہ سے محبت بھی نصیب نہیں ہوگی، مگر آپﷺ کی پیروی کرنے سے ایک تو ہمارے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو گی مگر ساتھ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بھی ہم سے محبت کرنے لگ جائیگا۔ اس کا فائدہ بھی حضور کے فرمانِ عالیشان سے معلوم کرتے ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (صحیح بخاری، باب علامة حب فی الله، کتاب الادب، ج۵، ص۲۲۸۳، رقم:۵۸۱۶)

''آخرت میں بندہ اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسکی محبت ہوگی''۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ہم میلاد پاک کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احسان کو صحیح طور پر سمجھ کر اللہ اور اس کے رسولﷺ سے محبت کریں گے، تو یقیناً آخرت میں ان کا ساتھ بھی نصیب ہوگا، ان شا اللہ۔

حضورﷺ کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل قرار دیا

اللہ تعالیٰ کی ذات کسی ایسے عمل سے بھی پاک ہے جو ہماری سمجھ میں آ جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے اظہار اور اپنی محبت کے اظہار کیلئے حضورﷺ کو پیدا فرمایا تو وہاں حضورﷺ کے عمل کو بھی اپنا عمل قرار دیا۔ فطری تقاضا ہے کہ محبوب کے عمل کو دیکھ کر ویسا ہی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دنیاوی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان محبوب کے عمل کو دیکھ کر ویسا ہی عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی ذات کسی مجسّم صورت میں ظاہر ہونے سے رہی کہ ہم اس کے عمل کو دیکھ سکیں، ایسی صورت میں اس تشنگی کو پورا

کرنے کیلئے حضور ﷺ کے عمل کو اللہ رب العزت نے اپنا عمل قرار دے دیا۔فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال: ۱۷)

''اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے''۔

اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دے دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح: ۱۰)

''(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے''۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی گویا کہ انھوں نے اللہ کی بیعت کی کیونکہ جس کے ساتھ محبت کی جاتی ہے اس کے اسوہ کو اپنایا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے کسی مجسّم صورت میں موجود نہیں تو پھر ہم کس کے اسوہ کو اپنائیں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کیلئے بھی اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ہمیں اصول بتادیا۔فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا○ (الاحزاب: ۲۱)

''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے''۔

گویا حضور ﷺ کے اسوہ کو اپنانے کا حکم ربِ کریم کی طرف سے دیا جارہا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت کرنے اور اس کے بتائے ہوئے دستورِ حیات پر عمل کرنے اور اللہ کے اخلاق کو اپنانے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ راستہ بھی ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے ہماری رہنمائی کے لیے ہشام بن عامرؓ کو بتاتے ہوئے فرمایا:

كان خلقه القرآن. (مسند احمد بن حنبل، ج٦، ص ٩١، رقم: ٢٤٦٤٥)

''آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا''۔

اللہ رب العزت نے انسانیت کوتخلیق کرنے کے بعد ان کی رہنمائی کیلئے کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی بتا دیا کس کے کرنے میں بہتری ہے اور کس کے چھوڑنے میں فائدہ ہے۔یہ سب کچھ احکام کی صورت میں کتابِ مبین میں بیان فرما دیا گیا مگر ساتھ ہی ساتھ حضور ﷺ کو بھی قانون سازی کا اختیار دے دیا، فرمایا:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

''جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو''۔ (الحشر: ۷)

اللہ تعالیٰ عدل کرنے اور فیصلہ کرنے والا ہے، مگر اس ذات نے واضح فرمان جاری کر دیا کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النساء:۵۹)

''اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے''۔

گویا حضور ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔سیدنا عمر بن خطابؓ نے اس پر اس وقت مہر ثبت کر دی جب ایک یہودی اور مسلمان کے تنازع میں حضور خاتم المرسلین ﷺ نے دلائل وشواہد کی بنا پر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا تو مسلمان اپنا کیس سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس لے گیا۔جب سیدنا عمرؓ کو پتہ چلا کہ اس مقدمے کا فیصلہ حضور ﷺ فرما چکے ہیں مگر مسلمان کو قبول نہیں، تو آپؓ نے ایسے مسلمان کا سر قلم کر دیا اور فرمایا:

''ایسے شخص کے بارے میں میرا ایسا ہی فیصلہ ہوتا ہے

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ نہ مانتا ہو‘‘۔

اس واقعہ کو امام بیضاوی، امام ابن الجوزی، امام نسفی اور امام سیوطی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے ۔جب حضور ﷺ کا فرمان ہمارے لئے قانونِ شریعت کا درجہ رکھتا ہے، تو حضور ﷺ نے واضح الفاظ میں ہمیں یہ قانونی معیار مہیا کر دیا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن. (بخاری، باب اطعام الطعام من الاسلام، کتاب الایمان، ج۱،ص۱۴، رقم:۱۵)

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، آپ میں سے ہر کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں‘‘۔

گویا اللہ رب العزت نے حضور کی محبت کو بزبان رسول ﷺ دنیا کی ہر چیز سے مقدم و عزیز قرار دے دیا، کیونکہ حضور ﷺ سے محبت کرنے کا مطلب اللہ سے محبت کرنا ہے۔

قارئین محترم! ماہِ میلاد شریف کی آمد آمد ہے۔حضور ﷺ کا میلاد منانا، اس میں خوشی کا اظہار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا ہمارا فرض منصبی ہے ،مگر اسکے ساتھ ساتھ میلاد شریف کا یہ بابرکت مہینہ ہمیں حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ والہانہ عشق و محبت میں ان کے اسوہ و اخلاق کو اپنانے کی بھی دعوت دیتاہے۔ اس انسانی معاشرے میں ہمیں جو بھی مسائل در پیش آتے ہیں یا ہم جو کام بھی سرانجام دیتے ہیں، ان سب کاموں کو اگر ہم سنتِ رسول ﷺ کے تابع کر دیں تو ہماری زندگی سنور جائے گی۔ ہمارا سونا، جاگنا ، کھانا پینا، رزقِ حلال کمانا، اولاد کی پرورش کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، سیاسی امور انجام دینا، معاشرتی و مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینا،افراد اور معاشرے کی کردار سازی کرنا اور ان کی فنی صلاحیتوں میں مہارت پیدا کرنا الغرض دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں جس کی مثال ہمیں اسوۂ رسول ﷺ سے نہ ملے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم رسم و رواج سے نکل کر وفا کے درجے پر آ جائیں اور اپنے ہر کام کو سنت کے تابع کر دیں۔ مجھے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا فرمایا ہوا وہ جملہ یاد آتا ہے جس میں آپ نے استقبالِ ماہِ میلاد اور میلاد مہم کے دوران کارکنان سے فرمایا تھا کہ آپ کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ

’’میلاد کو رسم سے نکال کر وفا کے درجے تک لائیں‘‘۔

اس لئے اس ماہِ میلاد کا عملی تقاضا ہے کہ ہم اپنے عمل کو سنت رسول ﷺ کے تابع کریں۔کھانا بھوک کے پیٹ کی ضرورت ہے مگر بسم اللہ سے اس کی تاثیر ہی بدل جائے گی بشرطیکہ حلال ہو۔ اولاد پر خرچ کرنا، ان کی کفالت کرنا ہماری ضرورت ہے لیکن اگر اسے حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے تابع کردیں گے تو نتائج کچھ اور ہوں گے۔گویا اپنی زندگی کے روز مرہ معمولات اور معاملات میں اسوہ رسول ﷺ کو اپنانا میلاد النبی ﷺ کا عملی تقاضا ہے۔

❁❁❁❁❁

تحمل و برداشت کی ضرورت و اہمیت

تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں

سائل سے نرمی سے گفتگو کرنا صدقہ سے کہیں بہتر ہے

اللہ نے اپنی ذات کو بندے کے سامنے شانِ حلم کے ساتھ متعارف کروایا

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ. (البقرہ، ۲:۲۶۳)

”(سائل سے) نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد (اس کی) دل آزاری ہو، اور اللہ بے نیاز بڑا حلم والا ہے“۔

انسان کی زندگی میں اس کی حقیقی پہچان اس کا قول اور اس کا فعل ہے۔ اگر انسان کی کل زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس کی ساری حیات سمٹ کر دو چیزوں تک محدود اور مقید ہوجاتی ہے:

۱۔قول ۲۔فعل

قرآن ان دونوں چیزوں کو سنوارنے اور ان کو اعلیٰ و افضل بنانے کے لیے بار بار ترغیبات دیتا ہے کہ ہر انسان اپنے قول کو قولِ احسن کیسے بنائے اور اپنے فعل کو فعلِ احسن کیسے کرے؟

قول کا تعلق زبان سے ہے اور فعل کا ناطہ سارے اعضاءِ جسد سے ہے، قول جب نرمی سے معمور اور درگزر سے بھرپور ہوجائے تو وہ قولِ حلیم بن جاتا ہے اور فعل جب نیکی سے مزین ہوجائے اور صالحیت سے آراستہ ہوجائے تو فعلِ صالح بن کر انسان کی فوزِ دنیوی اور نجاتِ اخروی کا باعث بن جاتا ہے۔

حِلم کا مفہوم

حِلم اور رِفق دونوں قول کی صفات ہیں۔ حِلم درگذر کرنے، معاف کرنے، نظر انداز کرنے اور بخش دینے کو کہتے ہیں۔ خُلقِ حِلم سے مراد وہ انسانی خُلق ہے جس میں کسی کی کوتاہی وغفلت پر اس سے درگذر کیا جائے اور کسی بدعملی اور سستی پر اس سے صرفِ نظر کیا جائے۔

باری تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے بندے کے سامنے اپنی شانِ حلم کے ساتھ متعارف کرایا ہے۔ جب باری تعالیٰ خود کو ”حلیم“ کہتا ہے اور بندے بھی اپنے رب کو شانِ حلم کے ساتھ دیکھتے ہیں تو اس شانِ حلم کا معنی یہ ہے کہ وہ رب جو اپنے بندوں کے گناہوں پر گرفت کرنے کی بجائے درگذر کرے، ان کی خطاؤں سے صرفِ نظر کرے، غفلتوں کو معاف کردے تو بندوں کو بھی چاہئے کہ وہ آپس کے تعلقات میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کی روشنی سے اپنی سیرت و کردار کو منور کریں۔

رِفق کا مفہوم

رِفق کا معنی نرمی اختیار کرنا اور دوسرے پر رحم و مہربانی کرنا ہے۔ رِفق میں دوسرے کو نفع پہنچانے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ جب بندہ دوسروں کی مدد کرے، دوسروں کا سہارا بنے، دوسروں کے لیے دوستانہ اور محبانہ سلوک کو فروغ دے، دوسروں کو اپنا ساتھی بنائے اور دوسروں کے لیے نفع رسانی کا باعث ہوتو ایسے خُلق کو خُلقِ رِفق کہتے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ رب العزت ”قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ“ میں اپنی شانِ حلم کو بیان کررہا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو قولِ معروف اور قولِ غفران کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جب انسان کا قول، قولِ معروف، قول لین، قول غفران، قول معانی اور قول درگذر میں ڈھل جائے تو تب جاکر انسان بھی خُلقِ حِلم اور خُلقِ رِفق کا حامل ٹھہرتا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں میں قولِ معروف سے جنم لینے والے ’’حلم‘‘ کو دیکھنا چاہتا ہے اور قولِ مغفرۃ سے ظاہر ہونے والی رِفق کا اظہار دیکھنا چاہتا ہے۔ جب بندہ ان خدائی صفات سے خود کو مزین کرلیتا ہے تو وہ عبدِ صالح اور عبدِ کامل بن جاتا ہے اور یوں اپنے خُلق میں حلیم اور رفیق ٹھہرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خُلقِ رِفق و حِلم

باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے خُلقِ حِلم اور خُلقِ رِفق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ. (آل عمران، ۳:۱۵۹)

’’(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں‘‘۔

اس آیتِ کریمہ نے رسول اللہ ﷺ کے خُلقِ رِفق اور خُلقِ حِلم کو واضح کیا ہے۔ خُلقِ رِفق کو باری تعالیٰ نے ’’لنت لھم‘‘ کے کلمات کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہیں۔۔۔ آپ ﷺ لوگوں پر مہربانی اور کرم نوازی کرنے والے ہیں۔۔۔ آپ ﷺ دوسرے لوگوں سے محبت و نرمی اور شفقت و مہربانی سے معمور اور مملو سلوک کرنے والے ہیں۔۔۔ اسی خُلقِ رِفق کی بنا پر آپ ﷺ دوسرے لوگوں کی بات کو نہ صرف سنتے ہیں بلکہ ان کے مسائل کے حل میں ان کی مدد و نصرت کرتے ہیں اور ہر ممکن دوسرے لوگوں کو نفع پہنچاتے رہتے ہیں۔۔۔ یہ نرمی اور نفع رسانی کا عمل ہی آپ ﷺ کے خُلق کو خُلقِ رِفق بنائے ہوئے ہے۔

اس خُلقِ رِفق کی بنیاد اور اساس آپ ﷺ کا خُلقِ حِلم بنتا ہے۔ خُلقِ حِلم میں دوسروں کا بوجھ اٹھانا، دوسروں کے ناروا قول اور ناموزوں فعل پر صبر کا مظاہرہ کرنا آتا ہے۔ خُلقِ حِلم میں دوسرے کے غیر مہذب قول اور فعل کو برداشت کرنا آتا ہے۔ حتی کہ تحمل اور برداشت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں معاف کردینا اور ان سے درگذر کرنا اور ان سے باوجود قدرت کے انتقام نہ لینا ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ خلق اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ غلیظ القلب نہیں بنائے گئے بلکہ رقیق القلب بنائے گئے ہیں۔۔۔ آپ ﷺ کے دل میں سختی و ترشی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے قلبِ انور میں نرمی و مہربانی ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے دل میں دوسروں کے لیے نفرت کی بجائے محبت ہے۔۔۔ آپ ﷺ دوسروں کو خود سے دور کرنے کی بجائے اپنے قریب کرتے ہیں۔

خُلقِ رِفق اور خُلقِ حِلم کا اثر دوسروں کو اپنے قریب کرنا اور غیروں کو اپنا بنانا ہے، ان کو خود سے جدا کرنا اور دور کرنا نہیں ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کوئی بداخلاق آتا، کوئی تہذیب و تمدن سے عاری اور شائستگی و سنجیدگی سے محروم آتا، کوئی جہالت کا پروردہ اعرابی اور بدو بھی آجاتا تو آپ ﷺ کا حِلم اس کی بداخلاقی، بدتمیزی، بدتہذیبی اور بدشائستگی پر غلبہ پالیتا اور ان کا بظاہر ناقابل برداشت اور غیر متحمل طرزِ عمل بھی آپ ﷺ کے تحمل اور آپ ﷺ کے حِلم کی قوت کے نیچے رہتا۔

اعلیٰ اخلاق آپ ﷺ کی پہچان تھے

آپ ﷺ اپنے اعلیٰ خُلق ’’حلم‘‘ کی بنا پر دوسروں کو بڑی آسانی سے معاف فرمادیتے اور ان سے درگذر کرتے جبکہ یہ عمل عام انسانوں کے لیے کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یہ اخلاق کریمانہ آپ ﷺ کی طبیعت کی لازمی پہچان اور آپ ﷺ کی شخصیت کی شناخت تھے۔ اس لیے قرآن نے کہا ’’**ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک**‘‘ اگر آپ تندخو، سخت دل ہوتے اور غلیظ القلب ہوتے اور رقیق القلب نہ ہوتے تو دل کی سختی آپ ﷺ کے اردگرد جھرمٹ نہ ہونے دیتی اور نہ ہی آپ ﷺ کی قربت کی خواہش پیدا ہونے دیتی۔ اس

لیے ہم نے آپ ﷺ کو سخت دل، غلیظ القلب اور دل کا کرخت بنایا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کو حلم والا بنایا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ اپنی شانِ حلم کے ذریعے **فاعف عنهم** نہ صرف خود بھی معاف کریں بلکہ اللہ سے بھی ان کی معافی چاہیں۔ گویا ان کو اپنی شانِ حلم کے ذریعے نہ صرف انہیں اپنی بارگاہ سے معافی کا پروانہ دیں بلکہ رب کی بارگاہ سے بھی ان کی معافی طلبی کے خواستگار ہوں۔

باری تعالیٰ نے رسول اللہ کے خُلقِ رِفق اور خُلقِ حلم کو واضح کرتے ہوئے سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. (الفرقان، ۲۵: ۶۳)

’’اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں‘‘۔

اس آیت کریمہ میں عباد الرحمٰن کی عاجزی و انکساری سے خُلقِ رِفق کا اخذ و استنباط کیا جارہا ہے اور جہلاء سے مخاطبت اور ان کے کلمہ سلام سے خُلقِ حلم کا استشہاد کیا جارہا ہے۔ چال وچلن میں عاجزی وانکساری، نرمی اور ملنساری کا پتہ دیتی ہے اور رفتار میں آہستگی اُن میں موجود جذبہ رِفق کو ظاہر کرتی ہے۔ اُن کا جہلا سے اعراض اور اُن کو نظر انداز کرنا، اُن کی حرکات وسکنات سے صرفِ نظر کرنا اور اُن کی کوتاہیوں پر اُن سے درگذر کرنا، اُن عبادالرحمٰن میں موجود خُلقِ حلم کو ظاہر کرتا ہے۔ حِلم کے معانی میں سے ایک معنی جہالت سے بچنا اور عقل کو اختیار کرنا بھی ہے، اس لیے اپنے زمانے کے جہلا سے بچنا، اُن کے ساتھ الجھنے سے رُکنا اور اُن کی جہالت کے شر سے خود کو محفوظ بھی کرنا، خُلقِ حلم ہے۔

خُلقِ حلم و بردباری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا:

ان فيک خصلتين يحبهما الله تعالى الحلم والاناة.

’’تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، ایک حلم و بردباری اور دوسری وقار وتمکنت ہے‘‘۔

خُلقِ حِلم اختیار کرنے سے انسان کی شخصیت میں بردباری کا وصف آتا ہے۔ اس کی قوت برداشت میں اضافہ ہوتا ہے، دوسروں کی ناروا باتوں کو صبر کے ساتھ سن لیتا ہے اور اپنے جذبہ غیض وغضب کو بھڑکنے نہیں دیتا۔ اسی طرح جب دوسروں کے ناموزوں اور تہذیب سے خالی اور عاری اقوال و اعمال بھی بوجھ بنتے ہیں تو وہ ان سارے بوجھوں کو قوتِ تحمل کے ساتھ برداشت کرلیتا ہے۔ اس حسین خُلقِ حِلم کی وجہ سے ان کی شخصیت وقار وتمکنت اور رفعت وعظمت سے سرفراز ہوجاتی ہے۔

خُلقِ حِلم کا کمال

سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو رسول اللہ ﷺ کے خُلقِ حِلم کے ایسے مظاہر ہمارے سامنے آتے ہیں کہ جس کے نقوش کی تلاش میں انسانیت آج بھی عازمِ سفر ہے۔ خُلقِ حِلم اس وقت اپنے کمال کو پہنچتا ہے جب اس کا عملی اظہار اس شخص کے ساتھ کیا جائے جو آپ کی جان کا دشمن ہو، عداوت جس کا مقصودِ حیات ہو اور جہالت جس کی علامت ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں:

دخل رهط من اليهود على رسول الله فقالوا: السام عليكم، قالت عائشة: ففهمتها، فقلت: وعليكم السام واللعنة، فقال رسول الله: مهلا يا عائشة، ان الله يحب الرفق في الامر كله، فقلت: يارسول الله! اولم تسمع ماقالوا؟ قال رسول الله: قد قلت وعليكم.

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق ۵:۲۲۴۲، الرقم: ۵۶۷۸)

’’یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو انہوں نے کہا: ’’السام علیکم‘‘ (تمہیں موت آئے)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ان کی گفتگو کا مفہوم سمجھ گئی اور میں نے ان کا جواب دیا: تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! جانے دو، اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! شاید

آپ ﷺ نے سنا نہیں جو انہوں نے کہا؟ رسول اللہ نے فرمایا: میں نے کہہ دیا تھا کہ تم پر ہو‘‘۔

اب اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا خُلقِ حِلم اور خُلقِ رِفق دیکھئے۔ دشمن آپ ﷺ کو بد دعا دے رہا ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس کے اس قول ’’السام علیکم‘‘ (آپ پر موت آئے۔) پر غصے میں آجاتی ہیں اور اسی کے کلمات دہرا دیتی ہیں اور ایک کلمے کا اضافہ کردیتی ہیں کہ **علیکم السام واللعنة** (موت تم پر آئے اور اللہ کی لعنت ہو تم پر) جواب میں ایک کلمہ اللعنۃ کے اضافے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرماتے ہیں کہ اے عائشہ اسے چھوڑ دو، اس سے صرف نظر کرو اور انہیں نظر انداز کرو، تم نرمی اور خوش گفتاری کو اختیار کرو، اس لیے کہ اللہ کی سنت اور طریق یہ ہے کہ اللہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

یعنی جو اس نے کہا، اس پر اتنا ہی جواب دینا کافی ہے۔ اس پر مزید کسی جملے اور کلمے کے اضافے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ خُلقِ رِفق اور خُلقِ حِلم کے خلاف ہے۔

خلاصہ کلام

تعلیم اور علم کا مقصد ایک انسان کو معاشرے کا بہترین انسان بنانا ہے۔ علم روشنی کا نام ہے اور عمل اس روشنی کو اپنانے کا نام ہے۔ انسان کی رفعت اور عظمت اعلیٰ اخلاق کے ذریعے قائم ہوتی ہے۔ اپنے خلق و عادت میں نرم خو رہنا، نرمی اختیار کرنا، دوسروں کے ساتھ مہربانی کا رویہ اپنانا، اپنے سلوکِ حیات کو نرم برتاؤ کے ذریعے حسنِ سلوک میں بدل دینا خُلقِ رِفق کو اپنے وجود میں بسانا ہے۔

حضرت ابی درداء روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من فقه الرجل رفقه في معيشته.

(احمد بن حنبل، المسند، ۵/۱۹۴، الرقم ۲۱۷۴۲)

’’آدمی کی سمجھداری کی علامت اس کی دنیا داری میں نرم روش ہے‘‘۔

نرم روش ہی انسان کو اپنے خلق میں نرم رو، نرم خو اور نرم مزاج بناتی ہے۔ یہی نرمی مزاجی اور نرم خوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے۔

خُلقِ حِلم کی وجہ سے انسان میں صبر، برداشت اور تحمل کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور انسان ایک متحمل شخصیت کا مالک بن کر خود کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرتا ہے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں وہ درجہ و مقام، وہ عزت و منزلت اور وہ شرف و فضیلت پالیتا ہے جو انسان کو نفلی عبادات کی ادائیگی کی صورت میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اسلام میں جملہ نفلی عبادات سے بڑھ کر سب سے اعلیٰ مقام اخلاق کا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الرجل ليدرك بالحلم درجة الصائم القائم.

(طبرانی، المعجم الاوسط، ۶/۲۳۲، الرقم ۶۲۷۳)

’’ایک شخص محض حلم و بردباری کی وجہ سے حالت روزہ میں قیام کرنے والے عبادت گزار کا درجہ پاسکتا ہے‘‘۔

میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں مناتے ہوئے اور اللہ رب العزت کے احسانِ عظیم پر اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے ہمیں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ پر بھی عمل پیرا ہونا ہوگا۔ میلاد النبی ﷺ کے یہ پرسعید لمحات ہمیں آقا ﷺ کی سیرت مطہرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کو سب سے زیادہ تحمل و برداشت کے رویوں کی ضرورت ہے۔ جب معاشرے میں ہر شخص ایک دوسرے کو برداشت کرے، ایک دوسرے کی سیاست، مذہب، مسلک، سوچ و رائے، شخصیت و ذات، منصب، رویے، عادت اور طرز حیات کو برداشت کرے گا تو معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بنے گا۔ یہ برداشت گھر میں بھی ہو اور گھر سے باہر بھی ہو۔۔۔ دوستوں میں بھی ہو اور مخالفوں میں بھی ہو۔۔۔ برداشت اور تحمل ایک کشتیِ حیات ہے جس میں ہر کسی نے سفر کرنا ہے۔ جو اس وصفِ حِلم و رِفق سے مزین ہوگیا وہ محفوظ ہوگیا اور جو اس سے محروم ہوگیا وہ کل خیر سے محروم ہوگیا۔

❁❁❁❁❁

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ عاشق رسول ﷺ و صوفی با صفا

”میرے پاس کوئی سلطنت ہوتی اور مجھ سے کہا جاتا کہ اقبال اور سلطنت میں سے ایک کو چن لو تو میں اقبال کو چن لیتا“

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ

پروفیسر غلام سرور رانا

بقول حضرت قائداعظمؒ ”اقبال مرحوم دور حاضر میں اسلام کے بہترین شارح تھے، ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، کیونکہ اسلام کے سچے شیدائیوں اور عاشقوں کا نام ابدالاباد تک قائم رہتا ہے، میرے پاس کوئی سلطنت ہوتی اور مجھ سے کہا جاتا کہ اقبال اور سلطنت میں سے کسی ایک کو چن لو تو میں اقبال کو چن لیتا۔“

(اقبال نمبر سالنامہ ”راوی“، گورنمنٹ کالج لاہور 1969ء)

اس سے حضرت قائداعظمؒ کی شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبالؒ سے عقیدت واحترام، محبت اور عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے۔

دراصل اخوت، مساوات، عزت نفس، خدا ترسی، امن و عافیت، فلاح و نجات، انسانیت کی بلندی اور اقدار انسانی کی معراج و رفعت حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی امتیازی خصوصیات ہیں اور ان سب کا سر چشمہ اور منبع حضور پرنور، رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم، رسالت مآب ﷺ اور آئین حضرت محمد عربی ﷺ، دین اسلام ہے۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ جہاں اولیاء عظام اور صوفیاء کرام سے بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے وہاں آپ کے دل میں تحفظ و تکمیل شعائر اسلام کا بے پناہ جذبہ موجزن تھا۔

اس سلسلے میں ہفتہ وار ”اخبار کشمیری، ۱۴ جنوری ۱۹۱۳ء میں بشیر احمد ڈار“ اور ”اقبال ریویو، ۱۹۸۴ء“ سے اقتباس ملاحظہ ہو:

”اگر مذہبی پہلو سے اسلامی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ قربانیوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً نماز ہی کو لو، وہ بھی قربانی ہے۔ خدا نے صبح کی نماز کا وقت مقرر کیا کہ جب انسان نہایت مزے کی نیند میں ہوتا ہے اور جب بستر سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا، خدا کے نیک بندے اپنے مولیٰ و آقا کی رضا کے لئے خواب راحت کو قربان کردیتے ہیں اور نماز کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ پھر نماز ظہر کا وہ وقت مقرر کیا جب انسان اپنی کاروباری زندگی کے انتہائی کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اپنے کام میں انتہائی مصروف ہوتا ہے۔ عصر کا وقت وہ مقرر کیا جب دماغ آرام کا خواست گار ہوتا ہے اور تمام اعضاء محنت مزدوری کی تھکاوٹ کی وجہ سے آسائش کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ پھر شام کو نماز مقرر کردی جب کہ انسان کاروبار سے فارغ ہوکر بال بچوں میں آکر بیٹھتا ہے اور ان سے اپنا دل خوش کرنا چاہتا ہے۔ عشاء کی نماز کا وقت وہ مقرر کیا جبکہ بے اختیار سونے کو جی چاہتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کو آزمایا ہے کہ وہ میری راہ میں اپنا وقت اور اپنا آرام قربان کرسکتے ہیں یا نہیں“۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا ۳۱ اکتوبر 1916ء کا ایک خط ملاحظہ ہو:

”لاہور کے حالات بدستور ہیں۔ سردی آرہی ہے۔ صبح چار بجے کبھی تین بجے اٹھتا ہوں پھر اس کے بعد نہیں سوتا، سوائے اس کے کہ مصلے پر کبھی اونگھ جاؤں“۔ (نقش اقبال، سید عبدالواحد)

عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کردیں
شکوہ سنجر و فقر جنیدؒ و بسطامیؒ

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ ترا جمال بے نقاب

جاوید نامہ میں فرماتے ہیں:

پاک مرداں چوں فضیلؒ و بوسعیدؒ
عارفاں مثل جنیدؒ و بایزیدؒ

اقبالؒ۔۔۔ عاشقِ رسول ﷺ وصوفی باصفا

حضرت علامہ محمد اقبالؒ سے عبدالمجید ڈاکٹر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور نے دریافت کیا کہ آپ حکیم الامت کیسے ہوگئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کروڑ مرتبہ درود شریف حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کیا، آپ بھی یہی وظیفہ کریں، حکیم الامت ہوجائیں گے۔

چوں بنام مصطفی ﷺ خوانم درود
از خجالت آب میگردد وجود
عشق میگوید کہ اے محکوم غیر
سینہ از بتان مانند دیر
تانداری از محمد رنگ و بو
از درود خود مے الانام او

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نہ صرف ایک فلاسفر تھے بلکہ خوش نوا شاعر، مصلح ملت، مفکر اسلام، مبصر و ناقد اور عظیم المرتبت صوفی باصفا تھے۔ ان میں بصیرت و بصارت اور فراست و دانش بدرجہ اتم تھی۔ فلاسفر صحرائے حیرت میں تعقل و تفکر میں گم رہتا ہے اور اسے تحیر و درماندگی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا جبکہ عشقِ حقیقی کی وجہ سے بامراد ہوتا ہے اور نتیجتاً تجلی رب ذوالجلال کی ذاتِ اقدس میں گم ہوکر ذکرِ حبیب ﷺ سے وصل حبیب ﷺ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔

کافر ہندی ہوں میں، دیکھ میرا ذوق و شوق
لب پہ درود و سلام دل میں درود و سلام
ہر دو بمنزلے رواں ہر دو امیر کارواں
عقل بحیلہ مے برد، عشق برد کشاں کشاں

شاعر مشرقؒ اپنے ابتدائی دور کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

”چار برس کی عمر سے میرے کانوں میں حضرت ابن عربیؒ کی ”فتوحات مکیہ“ اور ”فصوص الحکم“ کا نام اور ان کی تعلیم پڑنی شروع ہوئی۔ برسوں تک دونوں کتابوں کا درس ہمارے گھر میں ہوتا رہا۔ گو بچپن میں مجھے ان مسائل کی سمجھ نہ تھی، تاہم درس میں ہر روز شریک ہوتا تھا“۔ (انوار اقبال: بشیر احمد ڈار، ص188)

علامہ محمد اقبالؒ کی تعلیم و تربیت میں تصوف کا رنگ بدرجہ اتم تھا۔ لندن میں بھی حصولِ تعلیم کے دوران آپ نے شمعِ تصوف کو ہر طرح سے فروزاں رکھا۔ مراقبات اور تہجد کے نوافل آپ کی زندگی کا معمول تھا۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

علامہ محمد اقبالؒ، پیرِ رومیؒ سے اس حد تک متاثر تھے کہ انہیں پیرو مرشد تسلیم کیا اور ان سے بے حد فیض حاصل کیا کیونکہ موصوف ممدوح نے قرآنی تعلیمات کو ایک مخصوص انداز میں مثنوی میں بیان کیا ہے جس کے وہ اپنے کلام میں بھی معترف ہیں:

پیر رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

حضرت پیر رومی نور اللہ مرقدہ نے راہِ طریقت میں مرشد و ہادی کی اہمیت اس طرح فرمائی ہے:

پیر راہ بگزین کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

اسی لئے شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال نور اللہ مرقدہ نے ان کی اس طرح تقلید کی:

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے

حقیقت حال یہ ہے کہ اسلامی معاشرت کا ہمہ جہتی محور و مرکز عشق رسول اللہ ﷺ ہے جو مسلمان کی زندگی کا مقصود و منتہا اور اول و آخر ہے۔

بمصطفی ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اولیاء کی خدمت میں نذرانۂ اقبال

☆ اعجاز الحق قدوسی، ’’اقبال کے محبوب صوفیاء‘‘ کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے حضور، دانائے راز حضرت علامہ محمد اقبالؒ آپ کی روحانی رفعت و عظمت اور دینی خدمات کے معترف ہوتے ہوئے اس طرح اسرار و رموز میں درج ذیل وجد آفرین اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد اوپیر سنجر را حرم
عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف او از بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

☆ ’’بانگ درا‘‘ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جنہیں ’’پیر سنجر‘‘ کہا جاتا ہے سے عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

دل بے تاب جا پہنچا دیار پیر سنجر میں
میسر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

☆ ’’زبورِ عجم‘‘ میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ اپنے آپ کو مولانا روم اور حضرت شمس تبریز رحمہما اللہ کا رمز شناس فرماتے ہیں:

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
برہمن زادہ، رمز آشنائے روم و تبریز ست

اسی طرح ایک اور جگہ گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ اٹھا پھر کوئی رومیؒ عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو، غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

☆ شیخ فخرالدین عراقیؒ اور حضرت جامی کی خدمت اقدس میں ارمغان حجاز میں اس طرح نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

کہے شعر عراقی رابخوانم
کہے جامی زند آلش بجانم
ندانم گرچہ آہنگ عرب را
شریک نغمہائے سار بانم

☆ حضرت بوعلی قلندرؒ پانی پتی کے حضور اسرار و رموز میں اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

باتو مگویم حدیث بوعلی
در سواد ہند نام اوجلی
آن نوا بسیر ای گلزار کہن
گفت باما از گل رعنا سخن
خطہ ایں جنت آتش نژاد
از ہوای دامنش مینو سواد

☆ حضرت امیر خسروؒ کے بارے بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ خسروؒ

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

﴿انتقالِ پُر ملال﴾

گذشتہ ماہ ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن محترم خرم نواز گنڈا پور کے بڑے بھائی معروف قانون دان جسٹس (ر) محترم جاوید نواز گنڈا پور قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان کے انتقال پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند کرے اور سوگوار خاندان کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ تحریک منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ عہدیداران نے محترم ناظم اعلیٰ سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور مرحوم کی بخشش و درجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔

حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

☆ حضرت میاں میرؒ کے بارے اسرار و رموز میں فرمایا:

تربتش ایمان خاک شہر ما
مشعل نور ہدایت مہر ما

☆ علامہ محمد اقبالؒ اسرار و رموز میں حضرت سید احمد رفاعیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیخ احمدؒ سید گردوں جناب
کاسب نور از ضمیرش آفتاب
گل کہ می پوشد مزار پاک او
لا الہ گویاں دمد از خاک او

☆ 1929ء میں انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے سالانہ جلسے کی آپ صدارت فرما رہے تھے۔ کسی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کا یہ مصرع کہنا شروع کردیا: ''رضائے خدا اور رضائے محمد ﷺ'' اس پر علامہ محمد اقبالؒ نے یہ اشعار پڑھے:

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ
تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمدؐ

اہل تصوف حصول فیوض و برکات کے لئے اولیائے کاملین کے مزاراتِ مقدسہ پر کسب فیض کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ جس طرح امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے حضرت سید علی مخدوم ہجویریؒ کے مزار پر انوار پر چلہ کشی کی۔ اسی طرح شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال نور اللہ مرقدہ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے یورپ جانے سے قبل حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء زری زر بخشؒ کے مزار پر انوار پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور کہا:

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو

☆ حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دربار گوہر بار پر متعدد بار حاضری دی اور پروفیسر عبدالقادر کے بقول حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے خود انہیں فرمایا کہ

''حضرت قاضی سلطان محمود کے ارشاد عالیہ کے مطابق وہ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی نور اللہ مرقدہ کے مزار پر انوار جوکہ مرجع خلائق ہے پر حاضر ہوئے اور وہاں پر عالم رویاء میں اشارہ ہوا کہ تمہارا فیض حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پاس ہے۔ چنانچہ اس اشارہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مزار عالیہ پر حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ، عارف کامل حضرت مولانا محمد ہاشم جان سرہندی سے اس طرح مخاطب ہوئے: ''اس روحانی تجربے (مزار پر انوار حضرت مجدد الف ثانیؒ پر مراقب ہونے) کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء فیضان سے خالی نہیں۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ خود تصوف کے رنگ میں ڈھل کر ایک عظیم صوفی باصفا ہوچکے تھے۔ اسی لئے ان کی عمیق نگاہوں نے دیکھا کہ تصوف رسم و رواج کا نام بن چکا اور حقیقی روح ختم ہوچکی ہے۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا:

فقر را ذوق عریانی نہ ماند
آن جلال اندر مسلمانی نہ ماند

امت مسلمہ کو فقیر کی حقیقت سے آشنا کرتے ہوئے کہا:

بس آں قعرے کہ راند راہ را
بیند از خودی اللہ را
اندروں خویش جوید لا الہ
ورنہ از شمشیر گوید لا الہ

اسی طرح ایک اور مقام پر فقر کے بارے میں فرمایا:

چیست فقر اے بندگان آب و گل
یك نگاہ راہ بیں یك زندہ دل
باسلاطین در فقر مرد فقیر
از شکوہ بوریا لرزہ سریر

حضرت علامہ محمد اقبالؒ حضرت جنید بغدادیؒ سے بہت ہی متاثر تھے اسی لئے اپنی کتاب ارمغانِ حجاز اور بال جبریل میں ان کے متعلق فرماتے ہیں:

دگر بسد رسہ ہائے حرم نمی بینم
دل جنیدؒ و نگاہ غزالیؒ و رازیؒ

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدیؒ و اردشیری

علامہ محمد اقبالؒ نے ہر جگہ اس تصوف کے بارے میں فرمایا ہے جو جمود و تعطل کا شکار نہ ہو اور نہ ہی گوشہ تنہائی میں آرام کرنے کا نام ہے۔ بلکہ وہ اس تصوف کے قائل تھے جو اسوہ شبیری کا درس دیتا ہے:

فقر کریاں گرمئی بدر و حنین
فقر عریاں بانگ تکبیر حسینؑ

آج ہم محبتِ اقبال کے بہانگِ دہل دعوے کرتے ہیں، فکرِ اقبال سے رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں، سرکاری طور پر یومِ اقبالؒ بھی مناتے ہیں لیکن ستم ظریفی اس حد تک ہے کہ ہنوز ''فقرِ اقبال'' ہمارا وظیفہ نہیں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اس ''فقر'' کو اپنائیں بلکہ حرز جاں بنائیں جو ہمیں نہ صرف غیور وصبور بنادے بلکہ یہ ہمارا اٹھنا، بیٹھنا، اوڑھنا، بچھونا، چلنا، پھرنا، جاگنا اور سونا ہو۔

ابھی وقت ہے کچھ باقی سنبھل جا
چھوڑ کر جام و سبو ساقی سنبھل جا
کر کے ترک سرود و رنگ ساتھی سنبھل جا
کرنا ہے تجھے سفر کافی سنبھل جا

حقیقت حال یہ ہے کہ آج تصوف بے حقیقت نام ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل یہ حقیقت ہی حقیقت تھی، جس کا کوئی نام نہ تھا۔ یعنی عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ میں تصوف نام کا نہ تھا اس کا معنی مفہوم ہر شخص میں پایا جاتا تھا۔ اِس دور میں نام موجود ہے مگر معنی عنقا ہے۔ اُس وقت افعال و اعمال انتہائی پسندیدہ تھے مگر کسی قسم کا دعویٰ یا نام موجود نہ تھا۔ اِس زمانے میں دعویٰ اور نام کی بڑی شہرت ہے مگر اعمال و افعال کا کچھ علم نہیں۔ عارف کے لئے عالم ہونا ضروری ہے لیکن ہر عالم عارف نہیں ہوسکتا۔ یہی تصوف عینِ اسلام بلکہ حقیقتِ اسلام ہے۔ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی زبان مبارک کا ایک ایک لفظ گنجینہ حکمت و معرفت ہے اور تصوف کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ ❁❁❁❁

تعلیماتِ مصطفی ﷺ کی روشنی میں

بچوں کی تعمیرِ شخصیت اور تعلیم و تربیت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو اچھے آداب سکھایا کرو

مسز فریدہ سجاد

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت اندرونی اور بیرونی عوامل مثلاً: والدین، تعلیم و تربیت، سازگار ماحول اور افرادِ معاشرہ سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ اگر معاشرہ صحت مند اقدار کا حامل ہو تو اس کی آغوش میں بچے کے لیے تعمیرِ شخصیت کا عمل آسان ہو جاتا ہے، اس کے برعکس اگر معاشرہ شر پسند عوامل پر مشتمل ہو تو نسلِ نو خود بخود گمراہی کا شکار ہو جاتی ہے چنانچہ جو اعلیٰ اقدار کی روش اختیار کرنا چاہیں تو انہیں کٹھن حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ معاشرہ افراد کے لیے تربیت گاہ بھی ہے اور کسوٹی بھی، اس لیے معاشرے سے الگ رہ کر نسلِ نو کی تعمیرِ شخصیت کی کوشش کرنا پانی سے باہر تیراکی سیکھنے کے مترادف ہے۔

فطرتِ اسلام پر بچے کی پیدائش کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.

(بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، ۱: ۴۶۵، رقم: ۱۳۱۹)

’’ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں‘‘۔

امام غزالیؒ اسی نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: بچہ والدین کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش و صورت سے خالی ہے اس کے باوجود ہر طرح کے نقش و اثر کو فوری قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اُسے جس چیز کی طرف چاہیں مائل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس میں اچھی عادات پیدا کی جائیں اور اسے علم نافع پڑھایا جائے تو وہ عمدہ نشو و نما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ایک ایسا کارِ خیر ہے جس میں اس کے والدین، اساتذہ اور مربی وغیرہ سب حصہ دار ہو جاتے ہیں لیکن اگر اُس کی بری عادات سے صرفِ نظر کیا جائے اور اسے جانوروں کی طرح کھلا چھوڑا جائے تو وہ بداخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔ (غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ۷۲)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ (التحریم، ۶۶: ۶)

اسلامی منہج کی رُو سے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور ان کی کردار سازی میں والدین کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ والدین بطور خاص آغوشِ مادر دنیا کی پہلی درس گاہ ہے جو نومولود کے سطحِ ذہن پر ابتدائی نقش و نگار مُرتسم کرتی ہے۔ ایک صالحہ ماں بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کرتی ہے تاکہ وہ بڑا ہو کر اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اپنا

☆ ریسرچ اسکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

کردار بہتر طور پر ادا کر سکے۔ ایسی ہی عظیم ماؤں کے بارے میں نپولین نے کہا تھا:

’’تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔‘‘

علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

’’قوموں کی تاریخ اور ان کا ماضی و حال ان کی ماؤں کا فیض ہے۔‘‘

تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں ہر عظیم شخصیت کے پیچھے ماں کا کردار کار فرما نظر آتا ہے۔ مثلاً: امام حسن و حسین علیہما السلام اور سیدہ زینب و سیدہ اُم کلثوم علیہما السلام جنہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی، ان کی شخصیت سازی میں ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ باکردار نیک طینت ماؤں نے بچوں کی بے مثال تربیت کرتے ہوئے معاشرے کو ایسے باکمال افراد پیش کیے کہ جن میں سے ہر کوئی عالم، عابد، شجاع، اعلیٰ و ارفع کردار سے مزین، انسانی اقدار کا حامل اور معاشرے کے لیے مفید اور مؤثر ثابت ہوا۔

ماں کی طرح باپ بھی اولاد کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارنے میں ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام نے بچوں کی قبل از پیدائش سے بلوغت تک کی بنیادی ضروریاتِ زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی فراہمی پر خرچ کرنا والد کی اولین ذمہ داری قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے (اس کا کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُسے اپنے اوپر خرچ کرو۔ وہ شخص عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے، فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ وہ پھر عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ عرض کیا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اپنے خادم پر خرچ کرو، وہ پھر عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں مناسب سمجھو (خرچ کرلو)۔

(أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۱، رقم: ۷۴۱۳)

اولاد کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے خرچ کرنا محض دنیا داری نہیں بلکہ عین تقاضائے دین اور شریعت کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ حدیث مبارک کی رو سے جو شخص حلال ذرائع سے روزی کما کر اپنے بچوں کی کفالت کرتا ہے تو روزِ قیامت اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

(ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۴۷۰، رقم: ۲۲۱۸۶)

والدین کی تربیتی ذمہ داریاں

اولاد کی اچھی یا بُری تعلیم و تربیت کا دار و مدار والدین کی پرورش اور نگہداشت کے ساتھ ساتھ ان کی صحیح خطوط پر ذہن سازی اور اخلاق و کردار پر منحصر ہوتا ہے۔ والدین کو تربیتی ذمہ داریوں کی ترغیب حضور نبی اکرم ﷺ کی درج ذیل حدیث مبارک سے ملتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ.

’’اپنی اولاد کی عزت افزائی کیا کرو اور اُنہیں اچھے آداب سکھایا کرو‘‘۔

(ابن ماجہ، السنن، كتاب الأدب، باب برالولد والإحسان إلى البنات، ۲: ۱۲۱۱، رقم: ۳۶۷۱)

والدین کو چاہیے کہ عزت افزائی، حوصلہ افزائی اور تعریف میں سب سے زیادہ اولیت بچوں کی کامیابیوں کو دیں خواہ وہ کامیابی ان کی نظر میں کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ وہ کامیابی بچے کی ذاتی صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہوتی ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کی چھوٹی سے چھوٹی کامیابی کو بھی سراہیں۔ جب انہیں والدین کی ایسی محبت اور تعریف و توصیف ملے گی تو انہیں محسوس ہوگا کہ ان کے والدین اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔ پھر خود اعتمادی کا یہ احساس انہیں مزید سیکھنے، نشو و نما پانے اور کامیاب ہونے کی طرف راغب کرے گا اور دوسروں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں بھی ممد و معاون ثابت ہوگا۔

والدین کے پیش نظر ہمیشہ یہ امر رہنا چاہیے کہ اپنے بچوں کا کسی بھی دوسرے بچے سے موازنہ نہ کریں۔ اگر کسی بچے میں جسمانی نقص ہو یا وہ ذہنی طور پر کمزور ہو تو بجائے اس کو یہ احساس دلانے کے کہ وہ معذور یا کمزور ہے، بلکہ اس کا

حوصلہ بڑھانے کے لیے اسے ایسے لوگوں کے واقعات سنانے چاہییں جنہوں نے معذوری اور کمزوری کے باوجود دنیا میں اتنا نام کمایا۔ مثال کے طور پر ''مقامات'' عربی ادب کی ایک بے مثل کتاب ہے اس کے مصنف ''ابو تمام'' بظاہر خوبصورت نہیں تھے لیکن اپنے علمی کارنامے کی وجہ سے ان کی شخصیت کا یہ پہلو کسی کو نظر نہیں آیا اور آج تک ان کا نام عربی ادب میں احترام سے لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مصر کے مشہور عالم، مصنف اور وزیر طٰہٰ حسین نابینا تھے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں۔ بلب کے مؤجد مشہور سائنس دان اڈیسن بہرا تھا۔

بعض گھروں میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ والدین بچوں کی کامیابی پر انہیں کسی بڑے انعام کا لالچ دیتے ہیں، دراصل ان کا مقصد انعام دینا نہیں بلکہ انہیں کامیابی کے لیے محنت پر آمادہ کرنا ہوتا ہے۔ والدین یاد رکھیں کہ ان کا یہ عمل جھوٹ کے زُمرے میں آتا ہے اور اس سے حضور نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ: تَعَالَ هَاكَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كِذْبَةٌ.

(أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۲، رقم: ۹۸۳۵)

''جس شخص نے بچے سے کہا: 'آجاؤ، میں تمہیں یہ چیز دوں گا اور پھر اسے کچھ نہ دیا تو یہ بھی جھوٹ ہے''۔

دورانِ تربیت اخلاقی اقدار کی پاسداری

دورانِ تربیت والدین کو چاہیے کہ اگر کسی بچے سے کوئی غلط کام صادر ہو جائے تو اسے ملامت نہ کی جائے اور نہ اسے کسی بُرے لقب سے نوازا جائے۔ اس کے غلط رویے پر تنقید ضرور کی جائے مگر اس کی عزتِ نفس ہرگز مجروح نہ کی جائے۔ اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کر کے مجموعی طور پر اس بچے کا نام اور مخاطب کیے بغیر اس کوتاہی یا غلطی کی طرف اشارہ کرنا چاہیے۔ اس سے ایک تو غلطی کرنے والے کو خود احساس ہو جاتا ہے اور وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اسے یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ بات خاص طور پر اسے کہی جا رہی ہے۔ دوسرا باقی سب بچوں کو بھی تنبیہ ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر انفرادی تنبیہ زیادہ بہتر ہو تو مثبت انداز میں تنہائی میں کر دینی چاہیے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کسی شخص کو انفرادی طور پر متنبہ کرنے کی بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اس کوتاہی کی طرف اشارہ فرما دیتے لیکن اگر کبھی اس بات کی ضرورت محسوس فرماتے کہ غلطی پر براہ راست متنبہ کر دیا جائے تو نہایت محبت سے سمجھاتے تاکہ مخاطب کسی قسم کی احساس کمتری کا شکار بھی نہ ہو اور وہ اپنی اصلاح بھی کر لے۔

☆ حضرت معاویہ بن حکم سلمی ؓ سے روایت ہے:

میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: 'یرحمک اللہ'. لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: 'کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو!' یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا، جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا نہ بُرا بھلا کہا، نہ مارا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہیں، نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

(مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب تحریم الکلام في الصلاة ونسخ ما کان من إباحة، ۱: ۳۸۱، رقم: ۵۳۷)

☆ اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت رافع بن عمرو الغفاری ؓ سے مروی ہے:

جب میں بچہ تھا تو انصار کے کھجور کے درختوں پر پتھر پھینکا کرتا تھا۔ (ایک دن) انصار مجھے پکڑ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! تم کھجوروں کے درخت پر پتھر کیوں پھینکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کھجوریں (اُتار کر) کھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: درختوں کو پتھر نہ مارا کرو۔ جو کھجوریں درخت کے نیچے

گری پڑی ہوں، اُنہیں اُٹھا کر کھا لیا کرو۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا: اے اللہ! تو اس کا پیٹ بھر۔

(أبو داؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب من قال إنه یأکل مما سقط، ۳: ۳۹، رقم: ۲۶۲۲)

☆ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(بخاري، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام والأکل بالیمین، ۵: ۲۰۵۶، رقم: ۵۰۶۱، ۵۰۶۳)

’’میں لڑکپن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے زیرِکفالت تھا (آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چلتا رہتا تھا۔ (ایک مرتبہ جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ اس کے بعد میں اسی طریقہ سے کھاتا ہوں‘‘۔

آپ ﷺ نے بغیر ڈانٹے اور برا بھلا کہے نہایت پیار سے بچے کو کھانے کے آداب سکھا دیئے کہ اُس کی طبیعت پر ناگوار نہ گزرا بلکہ اُس پرعمل کو اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا لیا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بچے کو نہ ڈانٹا اور نہ بُرا بھلا کہا بلکہ کمال محبت و شفقت سے بچے کو سمجھایا اور سمجھانے کے بعد دعا بھی دی۔ والدین کو بھی چاہیے کہ چھوٹے بچوں کو اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں موقع محل کے مطابق پیار اور محبت کے ساتھ غلطی پر یوں سمجھائیں کہ ان کا اس طرح سے سمجھانا بچوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

تربیت اور حکمت

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لاڈ پیار میں والدین بچے کی ناجائز ضد اس کے چیخنے چلانے کی وجہ سے پوری کر دیتے ہیں، اس سے بچے کی عادت بگڑ جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ رونا اور ضد کرنا اپنا مطالبہ منوانے کا مؤثر طریقہ ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اِسی ضمن میں کسی فیملی کا ایک واقعہ سنایا کہ گھر کی میز پر ٹشو باکس پڑا تھا اور دو سال کی بچی مسلسل ٹشو نکال کر خراب کر رہی تھی۔ میں نے اس کی بڑی بہن سے کہا: باکس اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیں۔اس پر بچی رونے لگی تو اس کی بڑی بہن دوبارہ اسے ٹشو باکس دینے لگی۔ میں نے ٹشو باکس دینے سے منع کر دیا تا کہ بچی یہ سمجھ جائے کہ رو کر وہ اپنا ناجائز مطالبہ منوا نہیں سکتی۔ یہ حربہ ناکام ہے۔پھر شیخ الاسلام نے اس کی بہن کو سمجھایا کہ بچی کو اس کی پسند کا کھلونا یا کوئی ایسی چیز دے دیں جس سے اس کی توجہ ضد سے ہٹ کر دوسری طرف مبذول ہو جائے تا کہ وہ ناجائز ضد کرنا چھوڑ دے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت اور تعمیرِ شخصیت کو بہتر بنانے کے لیے والدین کو بطورِ خاص یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ باہمی گھریلو اختلافات اور ازدواجی جھگڑوں سے جس قدر ممکن ہو گریز کریں۔ کسی بات پر اختلاف ہونے کی صورت میں بچوں کے سامنے بحث و مباحثہ سے اجتناب کریں کیونکہ ان کی باہمی رنجش اور چپقلش کے اثرات بچے کے ذہن و دماغ پر شعوری اور لاشعوری طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچے کم عمر ہوتے ہیں مگر ان کی یادداشت بہت تیز ہوتی ہے۔ جب والدین آپس میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں تو بچے اپنے کسی ردعمل سے انہیں محسوس نہیں ہونے دیتے مگر وہ دیکھ اور سن رہے ہوتے ہیں اور یہی بھیانک منظر ان کی یادداشت پر ثبت ہو رہا ہوتا ہے۔

وہ اکثر سوچتے ہیں کہ ہمارے والدین کے آپس کے جھگڑے تو ختم نہیں ہوتے۔ خوامخواہ ہم پر رعب ڈالتے ہیں۔ جب ماں بچوں پر کسی وجہ سے ناراض ہو رہی ہوتی ہے تو وہ دل میں کہتے ہیں کہ والد کی ناراضگی کا غصہ ہم پر نکال رہی ہیں۔ اسی طرح جب باپ غصے میں بچوں سے بات کرتا ہے تو وہ سوچتے ہیں کہ امی، ابو کی بات نہیں مانتیں تو ابو غصہ ہم پر نکال رہے ہیں۔اس لیے والدین کو چاہیے کہ گھر کا داخلی ماحول خوشگوار بنائیں اور اپنے باہمی لڑائی جھگڑے یا اختلافات کا بچوں کے سامنے اظہار کرنے سے گریز کریں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت اور تعمیرِ شخصیت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے بنی نوع انسان کو پندرہ سو سال

قبل تعلیمات عطا فرما دی تھیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ انہی تعلیمات کی روشنی میں پندرہویں صدی کی تجدیدی تحریک منہاج القرآن بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی تعمیرِ شخصیت میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ شیخ الاسلام بچوں کی علمی و فکری اور روحانی و اخلاقی آبیاری کے لیے نہ صرف اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کا قیامِ عمل میں لائے بلکہ ان کے لیے شب بیداریاں، ایامِ بیض کے روزے، ماہانہ ختم الصلوۃ علی النبی ﷺ کی مجالس، نظامت دعوت و تربیت کے ذریعے مختلف کورسز اور الھدایہ کورسز کے ذریعے احوال بدلنے کا سامان بھی فراہم کر رہے ہیں تاکہ حتی الامکان متوازن معاشرتی زندگی کے فروغ کے لیے بچوں کی شخصیت کی تکمیل احسن انداز میں ہو اور وہ اس کارگاہِ حیات میں پوری توانائی سے اپنا کردار ادا کر سکیں کیونکہ بچوں کی صلاحیتوں کا ارتقاء اور قومی ترقی کا راز بچوں کی اچھی تربیت اور اعلیٰ تعلیم میں مضمر ہے۔

تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں بچوں کی تعمیرِ شخصیت کے موضوع کا احاطہ کرنے کے لیے بیسیوں کتب درکار ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے شعبہ خواتین کے پلیٹ فارم سے درج ذیل تین کُتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔

(۱) بچوں کی پرورش اور والدین کا کردار (رحم مادر سے ایک سال کی عمر تک)

(۲) بچوں کی تعلیم و تربیت اور والدین کا کردار (2 سے 10 سال کی عمر تک)

(۳) بچوں کی تعمیرِ شخصیت (11 سے 16 سال کی عمر تک)

اس موضوع پر ان کُتب سے استفادہ بچوں کی تعمیرِ شخصیت اور ان کی اخلاقی و روحانی تربیت میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم حافظ علامہ عبدالقدیر قادری (ڈائریکٹر دارالعلوم فریدیہ قادریہ جھنگ) کے سسر محترم حاجی غلام رسول، محترم قاری ظفر اقبال ظفر (سابقہ ناظم علماء کونسل PP-131 سمبڑیال) کی والدہ، محترم حافظ محمد منیر القادری (سمبڑیال) کی والدہ، محترم محمود قادری (صدر منہاج القرآن UC-225 لاہور) کی والدہ، محترم ساجد محمود قادری (UC مغل اسلام آباد) کے والد، محترم خورشید مرزا (UC مغل اسلام آباد) کی زوجہ، محترم رانا محمد جمیل (لائف ممبر MQI ظفر وال۔ نارووال) کے والد، محترم حاجی منظور احمد لنگڑیال (کوٹلہ۔ گجرات) کے ماموں زاد بھائی محترم حاجی محمد صادق، محترم حاجی علی اصغر بنگیال (ناظم ویلفیئر یوسی لنگڑیال۔کوٹلہ)، محترم مختار احمد لنگڑیال کے والد محترم محمد حسین لنگڑیال، محترم بلال بٹ (ناظم دعوت و تربیت یوسی بزرگوال کوٹلہ) کے والد محترم محمد افضل بٹ بنیاں، محترم چوہدری محمد ناظم گجر ایڈووکیٹ (صدر پاکستان عوامی تحریک پی پی 73 بھلوال) کے بڑے بھائی محترم محمد افضل گجر، محترم شیخ محمد ادریس (حافظ آباد)، محترم سرفراز تیمور (ونیکے تارڑ حافظ آباد) کی ممانی، محترم خادم حسین سیٹھی (سابق ناظم ویلفیئر۔ حافظ آباد) کے بھائی کی خوشدامن، محترم فیصل گجر (جنرل سیکرٹری یوتھ لیگ۔ حافظ آباد) کا نومولود بیٹا، محترم خالد محمود قادری (دیپالپور) کی ساس، محترم چوہدری محمد یعقوب چدھڑ نمبردار (لودھرے پنڈی بھٹیاں)، محترم محمد جاوید عوامی (پاکپتن شریف) کے والد، محترم حاجی محمد یوسف بختاور (سابقہ امیر کویت) کی بھابھی، محترم طارق محمود انجم (حافظ آباد) کی ساس، محترم ڈاکٹر محمد اعظم (جندراکہ سکھیکی منڈی) کی والدہ، محترم چوہدری محمد شریف چدھڑ (لودھرے پنڈی بھٹیاں)، محترم خالد وارثی (چکوال) کے والد، محترم رانا ساجد حسین قادری (صفدر آباد) کا بیٹا، محترم امجد علی قادری (ناظم TMQ گجیانہ نو) کے کزن، محترم رانا کرامت علی (فیصل آباد) کے والد، محترم مستری محمد رمضان (بہک احمد یار) کے والد، محترم ملک کرامت علی (نارووال) کے چچا، محترم حافظ محمد رمضان (نارووال) کے والد، محترم سید وقار حسین بخاری (جلال پور بھٹیاں) کے والد، محترم حافظ محمد علی (ڈسکہ) کا بیٹا، محترم خطیب الرحمٰن (سیالکوٹ) کے ماموں، محترم مرزا مظفر بیگ (سیالکوٹ) کے سسر اور محترم ڈاکٹر قاشر رفیق (لاہور) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ایم ای ایس سالانہ اجلاس 2018ء

پیغمبرِ اسلام ﷺ نے صحرائے عرب کے متصادم قبائل کو ایک کتاب پر اکٹھا کیا

الحمراء ہال نمبر 1 میں منعقدہ سالانہ اجلاس سے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا خطاب

ہونہار بچوں کو وظائف اور تعریفی اسناد سے نوازا گیا

راشد کلیامی

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے زیراہتمام Annual Assembly 2018 الحمراء ہال مال روڈ لاہور پر مورخہ 8 ستمبر 2018ء کو منعقد ہوئی، جس میں ایم ای ایس کے قائم سکولوں میں زیرِتعلیم ہونہار بچوں کو اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر شیلڈز، ایوارڈز اور فرید ملت سکالرشپ کے تحت نقد انعامات دیئے گئے۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی اینول اسمبلی کی صدارت منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی۔ ایڈیشنل سیکرٹری ایجوکیشن طارق حمید بھٹی مہمان خصوصی تھے۔

پروگرام میں بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، خرم نواز گنڈاپور، ڈی جی ایم ای ایس راشد حمید کلیامی، دیوان غلام محی الدین، قاسم شاہ، جمشید چیمہ، ممبر صوبائی اسمبلی سعدیہ سہیل رانا، مسرت جمشید چیمہ، بیرسٹر عامر حسن، ڈاکٹر علی وقار، سیف اللہ بھٹی، فاروق اعوان، اکرام غوری، عدنان جاوید، ہارون ثانی، عتیق الرحمٰن، امجد علی، جی ایم ملک، جواد حامد، شہزاد رسول، سہیل احمد رضا اور راجہ زاہد محمود نے خصوصی شرکت کی۔

تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فرقہ واریت اور ہر نوع کے لسانی، صوبائی تعصب کے خاتمے کیلئے یکساں نصابِ تعلیم کے نفاذ کی اہمیت ایک قوم بنانے کیلئے خشتِ اول کی ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے صحرائے عرب کے متصادم قبائل کو ایک کتاب پر اکٹھا کیا۔ تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 80ء کی دہائی میں یکساں نصاب تعلیم کے نفاذ کیلئے عملی جدوجہد کا آغاز کیا اور اس ویژن پر منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی صورت میں عمل کیا اور قومی سطح پر اس حوالے سے مسلسل 30 سال بیداریٔ شعور مہم چلائی۔

ماضی میں تعلیم کے شعبے کے ساتھ مذاق کیا گیا۔ تعلیم کے فنڈ عیاشی کے منصوبوں پر خرچ کیے گئے۔ کسی بھی قوم کو تقسیم کرنے کیلئے اس کے نصاب کو اور طریقۂ تدریس کو تضادات کا شکار بنایا جاتا ہے۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد سے قبل اس پورے خطہ میں ایک طرز کا نظامِ تعلیم رائج تھا، امیر اور غریب کیلئے ایک ہی طرز کے سکول تھے، اساتذہ، طلبہ، نصاب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ امت مسلمہ کو لڑانے اور کمزور کرنے کیلئے پہلا وار نصاب تعلیم پر کیا گیا اور اسے اردو اور انگریزی میں تقسیم کیا گیا۔ انگریز کے امتیازی نظام تعلیم کے نفاذ سے اسلامیان برصغیر دوسرے درجے کی قوم اور شہری بن کر رہ گئے۔ دوہرے نظام تعلیم کی وجہ سے فرقہ واریت بھی داخل ہوئی اور پھر برصغیر کے مسلمانوں کو 1857ء سے لے کر 1947ء تک کن سماجی ناہمواریوں، سیاسی، معاشی استحصال اور محرومیوں کا سامنا رہا، یہ سب تاریخ کے اوراق پر محفوظ ہے۔

قوم کے دانشوروں اور پڑھے لکھے حلقوں کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ دہرے، تہرے نظام تعلیم کے ذریعے جو ٹیڑھی

اینٹ رکھی گئی اسے درست کیے بغیر ایک قوم بننے کا تصور حقیقی معنوں میں اجاگر نہیں ہو سکے گا۔گزشتہ 3 دہائیوں میں مختلف افراد اور جماعتیں حکومت میں رہیں، ان کے لیے یہ امتیازی نظامِ تعلیم اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی قوم سود مند تھی کیونکہ غاصب انگریز کی طرح ان کے لاشعور میں بھی یہ بات موجود تھی کہ ’’تقسیم کرو اور حکومت کرو‘‘۔ قومی اتحاد و یکجہتی کو یہ عناصر اپنی موت سمجھتے تھے۔اس وقت ہم اپنے اطراف میں جو طبقاتی کشمکش، سیاسی، سماجی تصادم، انتہا پسندی، بے یقینی اور محرومیاں دیکھ رہے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ دہرا، تہرا نظامِ تعلیم ہے۔ جب تک یہ تفریق ختم نہیں ہو گی اس وقت تک ہم نہ تو حقیقی معنوں میں ایک قوم کے قالب میں ڈھل سکتے ہیں اور نہ ہی شرح خواندگی اور معیارِ تعلیم بڑھانے کے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

2000ء کے اوائل میں 2015ء تک شرح خواندگی اور شرح داخلہ کے 100 فیصد اہداف کے حوالے سے ملینیم ڈویلپمنٹ گولز طے کیے گئے تھے اور پاکستان بھی اس دستاویز پر دستخط کرنے والے ممالک کی صف میں شامل ہے۔ آج 2018ء ہے مگر تعلیم کے حوالے سے ملینیم ڈویلپمنٹ گولز کے حصول میں خطہ کے اندر پاکستان کی کارکردگی مایوس کن ہے۔ یہ بات تکلیف دہ ہے کہ آج سے 10 سال قبل بھی قومی سطح پر شرح خواندگی 58 فیصد تھی اور آج بھی یہ شرح 58 فیصد ہے اور 100 فیصد انرولمنٹ کا حصول بھی ابھی محض ایک خواب ہے۔

مدارس اور تعلیمی اداروں کے نصاب میں بنیادی تبدیلیاں ہونی چاہئیں ورنہ انتہا پسندی اور تنگ نظری کو ختم کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ مدارس کے بچوں کو بھی انجینئرز، ڈاکٹرز، آئی ٹی ایکسپرٹس، بینکرز اور پروفیسرز بننا چاہیے۔1947ء میں پاکستان میں صرف 189 مدارس تھے جبکہ 2002ء میں ملک میں غیر اندراج شدہ مذہبی مدارس کی تعداد 13 ہزار ہو چکی تھی، 2008ء میں یہ تعداد 40ہزار سے تجاوز کر گئی اور آج یہ عدد 50ہزار سے بڑھ چکا ہے۔ یہ مدارس اپنے اپنے مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہوئے مختلف گورننگ باڈیز کے تحت چل رہے ہیں۔ ان مدارس کے نظام اور نصاب میں اصلاحات کے لیے وقتاً فوقتاً مطالبے ہوتے رہے ہیں لیکن نائن الیون کے بعد اس رجحان میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے اور اصلاحات کے حوالے سے پالیسیاں بھی بنتی رہیں مگر ان پر عمل نہیں ہوسکا۔ ان ہزاروں مدارس میں زیرِتعلیم لاکھوں بچوں کو سوسائٹی اور ترقی کے مرکزی دھارے میں شامل کرنا ایک اہم قومی فریضہ ہے۔

آئین کے آرٹیکل 25-A کے تحت 5 سے 16 سال کی عمر کے بچے کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے جبکہ ریاست اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر رہی اور نتیجتاً پرائیویٹ سیکٹر نے تعلیمی اداروں کے نام پر علم فروشی کے مراکز قائم کر لیے ہیں اور اپنے بچوں کیلئے علم کے متلاشی والدین کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے۔

ایڈیشنل سیکرٹری ایجوکیشن طارق حمید بھٹی نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ جس شعبے میں بھی ہیں اس سے محبت کریں، سخت محنت کریں، اپنی ذات، اپنے خاندان اور ملک سے مخلص رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو طاقتور اور خوشحال ہونے سے نہیں روک سکتی۔

تقریب میں MES کے ملک بھر سے مختلف سکولوں کے بچوں نے ملی نغمے، ٹیبلو اور خاکے پیش کر کے شرکائے تقریب کو مسحور کیا۔ ڈی جی منہاج ایجوکیشن سوسائٹی راشد حمید کلیامی نے تقریب میں شرکت پر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ایم ای ایس کی کارکردگی کے حوالے سے بریفنگ دی۔ پروگرام میں پوزیشن ہولڈر طلبہ و طالبات، اساتذہ کرام اور منتظمین کو اعلیٰ کارکردگی پر انعامات، شیلڈز اور سوینئرز بھی دیئے گئے۔

❁❁❁❁❁

منہاجینز متوجہ ہوں! محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل تحریک) کی ہدایات کی روشنی میں منہاجینز کی تحریکی سرگرمیوں پر مشتمل ایک ششماہی رسالہ کا اجراء کیا جا رہا ہے جس میں منہاجینز کی علمی، تعلیمی، فکری، تربیتی اور ادبی سرگرمیوں کو شائع کیا جائے گا۔ جملہ منہاجینز اپنی تحریکی اور سوشل نمایاں سرگرمیوں اور کارکردگی پر مشتمل رپورٹ 30 نومبر تک منہاجینز کے مرکزی دفتر کے پتہ پر ارسال فرمائیں: E-mail: mmushtaqqadri164gb@gmail.com

خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم نومبر 2018ء

ماہ ربیع الاول اپنی آغوش میں ولادت مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں لئے امت مسلمہ پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے تحریک منہاج القرآن جس جوش و جذبۂ ایمانی سے میلاد مناتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امسال بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ کو حسب سابق جوش و جذبے اور عقیدت و احترام سے منایا جائے گا۔ اس عزم کے ساتھ کہ

؎ قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے　　دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

رفقاء، کارکنان اور وابستگان تحریک! جذبہ عشق رسول ﷺ دلوں میں موجزن کرکے دین کی سربلندی کا علم اٹھائے ہر قسم کے مالی، سیاسی، خاندانی، مفادات اور تحفظات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی منزل کے حصول کے لئے آگے بڑھیے۔

اس سال 35 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس ان شاء اللہ العزیز مینار پاکستان پر منعقد ہوگی جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بنفس نفیس شرکت فرماتے ہوئے خصوصی خطاب کریں گے۔ دنیا بھر سے علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائیں گے۔ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز وتنظیمات مرکزی ہدایات کے مطابق میلاد مہم کامیاب بنانے کے لئے محنت و کوشش کریں تاکہ ہم عشق و محبت رسول ﷺ کے اس مقدس ماہ میں اپنے آقا ﷺ کے دین کی تجدید و احیاء اور مصطفوی انقلاب کے پیغام کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کو ممکن بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

☆ اس سال میلاد مہم کا دورانیہ یکم نومبر 2018ء تا 8 دسمبر 2018ء تک ہوگا۔

اس سلسلے میں جملہ تنظیمات اور ان کے جملہ فورمز درج ذیل ہدایات کے مطابق میلاد مہم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں:

استقبال ربیع الاول

۱۔ ربیع الاول کا چاند دیکھنے کے بعد دو رکعت نماز نوافل شکرانہ ادا کریں۔
۲۔ مرکزی تعلیمی ادارہ جات میں عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں پروگرام منعقد کئے جائیں۔
۳۔ اپنے اعزاء و اقرباء، محلّہ داروں اور دوستوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی مبارکباد بالمشافہ، SMS، E-Mail، فیس بک، whatsapp یا کسی بھی ذریعہ سے دیں۔
۴۔ استقبال ربیع الاول کے حوالے سے علاقہ میں ایک بھرپور جلوس کا اہتمام کیا جائے۔

عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد

۱۔ 35 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس کو عظیم الشان بنانے کے لئے جملہ تنظیمات/ فورمز/ کارکنان محنت کریں۔ علاقہ میں موجود مذہبی، سیاسی، فلاحی تنظیمات کے ساتھ ساتھ طلباء، وکلاء، مزدور اور کسان یونینز کو بھرپور دعوت دی جائے۔
۲۔ علاقہ بھر میں میلاد کانفرنس کے بڑے بڑے ہورڈنگز و بینرز لگوائیں۔
۳۔ زونل نائب ناظمین اعلیٰ اپنی زیرنگرانی ہر تحصیل میں ”کاروان میلاد“ کا انعقاد کریں اور ہر ڈویژن میں ہینڈ بلز تقسیم کریں۔
۴۔ مشعل بردار جلوس نکالے جائیں اور ان کے ذریعے عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیں۔
۵۔ ہر رفیق/ وابستہ/ کارکن اپنی گاڑی کی بیک سکرین پر میلاد کانفرنس کا فلیکس آویزاں کرے گا۔
۶۔ ہر تحصیلی تنظیم اپنی تمام یونین کونسلز میں کم از کم ایک میلاد کانفرنس منعقد کرے۔

۷۔ حسب استطاعت ضیافت میلاد کا اہتمام کریں۔
۸۔ کیبل نیٹ ورک پر میلاد کانفرنس کے اشتہار چلوائے جائیں۔

اجتماعی تنظیمی ذمہ داریاں

ا۔ تنظیمات اور وابستگان تحریک یونین کونسل سطح پر حلقہ ہائے درود وفکر اور محافل میلاد کا اہتمام کریں۔
۲۔ دیگر کتب کے علاوہ قائد محترم کی کتاب سیرۃ الرسول ﷺ، میلاد النبی ﷺ، منہاج السوی اور معارج السنن کی بھرپور تشہیر کی جائے۔
۳۔ 11 روز تک تحصیل سطح کے مختلف علاقہ جات میں مشعل بردار جلوس کا اہتمام کریں۔
۴۔ ہر تحصیلی تنظیم قائد محترم کی کتب اور CDs کے دعوتی پیکج تحائف کی صورت میں مذہبی، سیاسی اور سماجی دانشور شخصیات کو دیں۔
۵۔ عید میلاد النبی ﷺ کے بڑے اجتماعات میں رفاقت اسٹالز لگائے جائیں۔
۶۔ بینرز کے ذریعے مقامی سطح پر امت کو آقا ﷺ کی ولادت باسعادت کی مبارکباد دی جائے اور فروغ عشق مصطفی ﷺ کو اجاگر کیا جائے۔
۷۔ قائد محترم کے خطابات کو پورا مہینہ اجتماعی طور پر بازاروں اور گھروں میں دکھانے کا اہتمام کیا جائے۔
۸۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر میلاد مہم کی جملہ تقریبات کو بھرپور انداز میں اجاگر کیا جائے۔
۹۔ تنظیمات اپنے اپنے علاقہ جات میں کیبل نیٹ ورک کے ذریعے شیخ الاسلام کے میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے خطابات چلوانے کا بندوبست کریں۔

گھریلو سطح پر (صرف خواتین کیلئے)

ا۔ یکم تا 12 ربیع الاول خواتین بچوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی اہمیت بیان کریں تاکہ بچوں میں میلاد النبی ﷺ کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔ اپنے گھروں میں خصوصی حلقہ ہائے درود کا انعقاد کریں۔
۲۔ بچوں کو درود وسلام پڑھنا سکھائیں اور اس کے اجروثواب کی اہمیت کو اجاگر کریں۔
۳۔ ہر روز گھروں میں خواتین کی محفل نعت کا اہتمام کریں جس میں تبرک کا اہتمام کیا جائے۔
۴۔ خواتین محفل نعت میں خود اور بچوں کو نعت پڑھنے کی سعادت کا موقع فراہم کریں۔
۵۔ والدین بچوں کو آقا ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت وشفقت بھرے واقعات سنائیں۔
۶۔ خواتین گھروں میں آپ ﷺ کا پسندیدہ کھانا جو آپ ﷺ تناول فرماتے تھے (تفصیل کتاب شمائل مصطفی ﷺ میں درج ہے) گھر میں تیار کریں۔
۷۔ روز شکرانے کے نفل ادا کریں۔ شرینی بانٹیں، نئے کپڑے پہنیں، عزیز واقارب سے ملیں اور محافل کا انعقاد کریں۔
۸۔ ہر تحریکی گھرانے میں نماز فجر کے بعد کھڑے ہو کر حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے۔

برائے کارکنان (انفرادی سطح)

ا۔ ہر کارکن کثرت سے درود پاک کا وظیفہ کرے۔ ماہ ربیع الاول کے پہلے 12 دن کم از کم 1000 مرتبہ اور باقی دنوں میں کم از کم 500 مرتبہ روزانہ درود پاک ضرور پڑھا جائے۔
۲۔ پہلے 12 دن ہر کارکن ہر روز نفل حضور اکرم ﷺ کی طرف سے پڑھے جبکہ باقی ایام ربیع الاول میں ہر پیر کو پڑھے۔
ہر کارکن فروغ عشق رسول ﷺ کی تحریک، تحریک منہاج القرآن میں لوگوں کو شمولیت کی دعوت دے اور کم از کم 10 افراد کو تحریک کا رفیق بنائے۔

۳۔ تمام رفقاء 12 ربیع الاول تک حضور ﷺ کے میلاد کی نسبت سے ۱۲ افراد کو تحریک کا رفیق بنا کر عشق نبی ؐ اور احیائے اسلام کی عظیم عالمگیر تحریک کا حصہ بنائیں۔

۴۔ تحریک کے تحت عید میلاد النبی ﷺ کے تمام اجتماعات میں شریک افراد کو شعوری طور پر تحریک کے رفیق بنانے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ پوارا مہینہ گنبد خضریٰ کا مونوگرام اور نعلین پاک سینوں پر آویزاں کیے جائیں۔

۶۔ حسب استطاعت گھروں پر یکم سے 12 ربیع الاول تک جھنڈیوں اور لائٹنگ کے ذریعے بھرپور خوشی کا اظہار کیا جائے۔

۷۔ دوستوں اور رشتہ داروں کو میلاد النبی ﷺ کے کارڈ، تحائف اور پھولوں کے گلدستے پیش کیے جائیں۔

۸۔ اہم شخصیات کو سیرت الرسول ﷺ/میلاد النبی ﷺ، شمائل مصطفی ﷺ یا منہاج السوی کا تحفہ دیں۔

۹۔ تحریک سے وابستہ ہر فرد اپنی فیملی کو ہر روز بٹھا کر قائد محترم کی کتاب نور الابصار بذکر النبی المختار سے حضور ﷺ کے فضائل و کمالات اور حسن و جمال پر مبنی عبارت پڑھ کر سنائے۔

۱۰۔ ہر تحریکی گھرانہ اپنے گلی بازاروں میں آقا ﷺ کی آمد کی خوشی میں بچوں کے اندر کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کرے تاکہ شعوری طور پر بچوں کے اندر حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔

۱۱۔ بچوں کو نئے کپڑے پہنائے جائیں اور حسب استطاعت عیدی دی جائے۔

۱۲۔ بچوں کو کم از کم ایک دفعہ سیر کیلئے لے جایا جائے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی

۱۔ منہاج پبلک/ماڈل سکولز میں تلاوت، نعت اور تقریری مقابلے بسلسلہ میلاد النبی ﷺ منعقد کیے جائیں۔

۲۔ منہاج پبلک/ماڈل سکولز میں تاجدار کائنات ﷺ کی بچوں کے ساتھ شفقت و محبت اور میلاد النبی ﷺ کی اہمیت پر لیکچرز اور محافل نعت کا اہتمام کریں اور بعد ازاں شرینی بانٹی جائے۔

۳۔ جہاں ممکن ہو مشعل بردار جلوس نکالا جائے۔

۴۔ بچوں کو صبح اسمبلی میں ایک حدیث میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ترجمہ کے ساتھ سنائی جائے۔

۵۔ منہاج پبلک/ماڈل سکول قریبی پرائیویٹ سکولز کو مرکزی میلاد النبی ﷺ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیں۔

۶۔ مختلف سکولز کو عید میلاد النبی ﷺ کے کارڈ ارسال کیے جائیں۔ DDEs تمام سکولز کو اس سعادت میں شامل کریں۔

۷۔ سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی ادارہ جات کو تحریک منہاج القرآن کی طرف سے میلاد النبی ﷺ کے کارڈ روانہ کیے جائیں۔

۸۔ بچوں کو صاف ستھرے کپڑے پہننے کی ترغیب دی جائے۔ ۹۔ تمام سکولز کی بلڈنگ میں چراغاں کیا جائے۔

۱۰۔ بچوں کو گھروں میں میلاد النبی ﷺ پر چراغاں کرنے کی خصوصی ہدایت کی جائے۔

۱۱۔ صبح کی اسمبلی میں تمام بچے تاجدار کائنات ﷺ کی ذات اقدس پر ایک دفعہ درود و سلام ضرور پیش کریں۔

☆ اس عظیم الشان مہم کو کامیاب بنانے کیلئے ابھی سے ہی ذمہ داریاں تقسیم کردی جائیں اور تمام احباب اس میں بھرپور محنت کریں۔

نظامت اجتماعات تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

برائے رابطہ و معلومات: محمد جواد حامد (ڈائریکٹر ایڈمن و اجتماعات) 042-35163843,0333-4244365

❁❁❁❁❁

سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات اور تصانیف سے استفادہ کیجئے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ

ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلّل جواب دیتا ہے

اور اِصلاحِ اَحوال واِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
NOV-2018
Regd CPL No.41

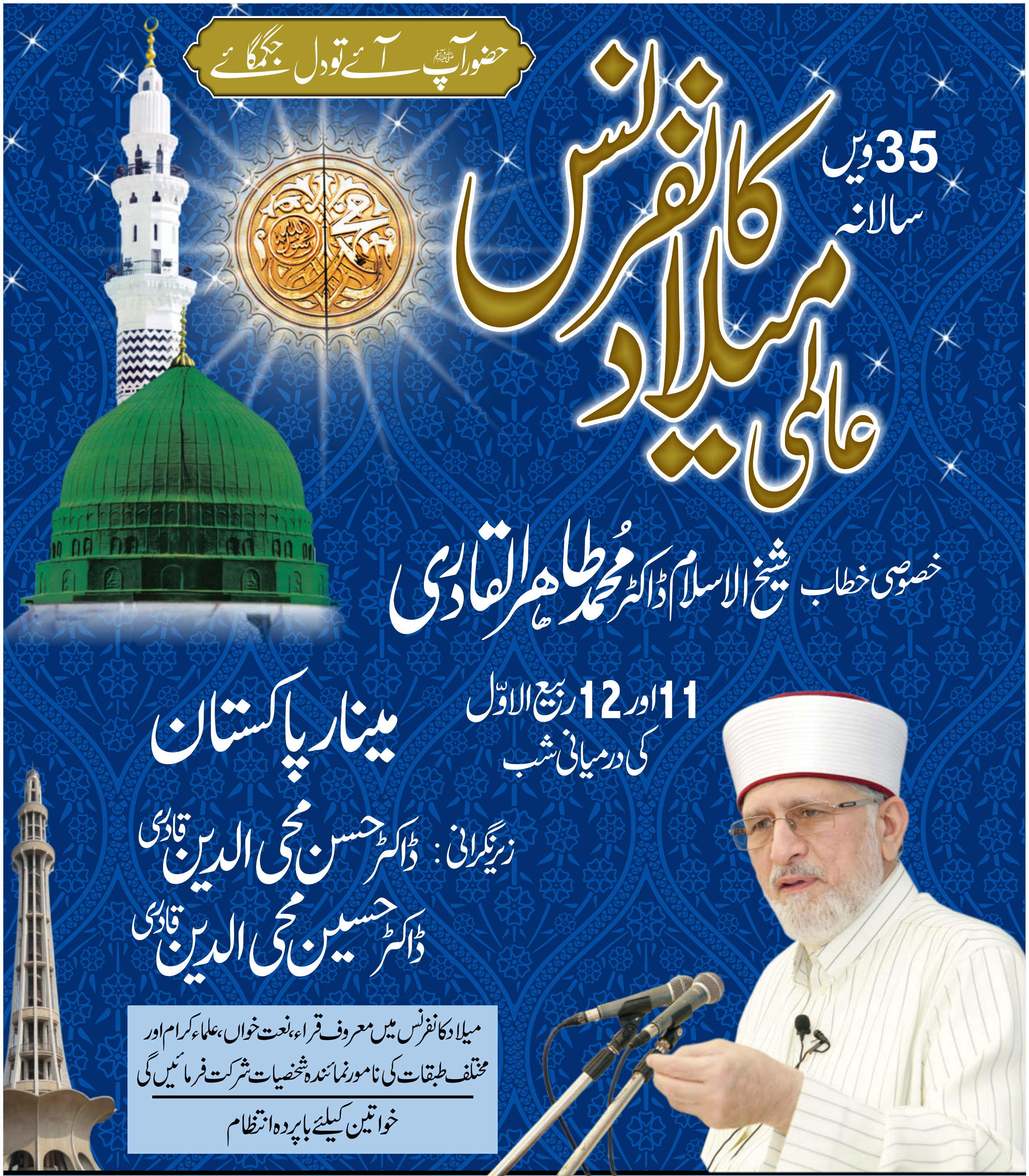

042-111-140-140 www.minhaj.org
TahirulQadri TahirulQadri
تحریکِ منہاج القرآن